جلد 26 شمارہ 6 ماہ جون 2024ء ذیقعد/ذی الحج 1445ھ
واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا
محبت
صداقت
اللہ
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبد الحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى۔ (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔آیت ۱۲۴)

اور جو میرے 'ذکر' سے منہ موڑے گا۔اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱۔آیت ۳۶)

یہ منکرین حق جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہارا مذاق بنا لیتے ہیں۔کہتے ہیں 'کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے خداؤں کا ذکر کیا کرتا ہے؟' اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ۔ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۔ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱۔آیات ۴۸۔۵۰)

پہلے ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کر چکے ہیں، ان متقی لوگوں کی بھلائی کے لئے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈریں اور جن کو (حساب کی) اس گھڑی کا کھٹکا لگا ہوا ہو، اور اب یہ بابرکت ذکر ہم نے (تمہارے لئے) نازل کیا ہے۔پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو؟

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا ہے کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گزرنے پر چالیس روز تک وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح دیتا۔ راوی نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہا مہینہ یا سال۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسہ لے لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کو اس حرکت کی خبر دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی 'کہ نماز دن کے دونوں حصوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے بھی اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں'۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ صرف میرے لئے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میری تمام امت کے لئے یہی حکم ہے۔

(کتاب اوقات الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ جب وقت آتا ہے تو یہ ہمارے لئے بے شمار تحفے تحائف اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی تو یہ سارے تحفے اپنے ساتھ لپیٹ کے ساتھ لے جاتا ہے اور مڑ کر پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ یہ وقت ہمارے لئے بنا ہے۔ اس کی پوری طرح قدر کریں۔

☆ ہمیں رمضان شریف ملا ہے یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ یہ بڑا شاندار موقع ہے۔ اللہ میاں بھی دیکھتا ہے کہ اس وقت میرے ملنگ کیا کرتے ہیں، مجھے دیکھنے کے لئے اور مجھے یاد کرنے کے لئے کیسے کیسے طریقے ایجاد کرتے ہیں، یہ کیسے طریقے کرتے ہیں۔ یہ بڑا ایک انوکھا موقع ہے، اس سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ یہ بہت انوکھا موقع ہے۔ سب بھائی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ قبول فرمائے۔ یہ قبول ہوتا ہے۔ ہر چیز آج کل قبول ہوتی ہے۔ کھانا پینا بھی قبول ہوتا ہے۔ اس میں نیند آئے تو کوئی بات نہیں سو جایا کرو، وہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ سب پر اپنا فضل فرمائے۔

☆ دوسرے ایک بندے کو افطاری کرانے سے بندہ اگر ایک روزہ رکھتا ہے تو ساتھ اسے دوسرے کے روزے جتنا ثواب اور مل جاتا ہے۔ آپ کو اور کیا چاہئے؟ افطاری تو بہت زبردست چیز ہے۔ نقد سودا ہے نقد۔ اللہ اپنی طرف سے ثواب دیتا ہے۔ جو قبول روزہ ہے

اس کا ثواب ملتا ہے۔اس جتنا ثواب ملتا ہے۔

☆ رمضان المبارک میں اپنے روزمرہ معمولات کے بارے میں سوال پر جواب میں فرمایا: صبح دس گیارہ بجے تک اُٹھ جاتا ہوں۔پھر ایک بجے تک میں بیٹھتا ہوں، سُستی اتارتا ہوں۔ایک بجے سے پھر نماز کا، تلاوت کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ڈھائی پونے تین تک۔پھر تھوڑا لیٹ جاتا ہوں۔پھر چار بجے اُٹھ جاتا ہوں۔شام کو پھر افطاری کی، تراویح پڑھی۔تراویح کا پروگرام ہوتا ہے۔تراویح پڑھ کے کوئی دس بجے لیٹتا ہوں اور ڈیڑھ بجے پھر اُٹھ جاتا ہوں۔اللہ اللہ خیر صلہ۔بس یہی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ اتنی رعایتیں کی ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔مسلمان بھی پہلے جب شام کو افطاری کرتے تو جب تک سو نہیں جاتے تھے اس وقت تک کھا پی سکتے تھے، باقی مشاغل وہ کر سکتے تھے۔لیکن جوں ہی آنکھ لگ جاتی تھی تو پھر اُٹھ کر انہیں کچھ کرنے کی، کھانے کی، پینے کی اجازت نہیں تھی۔چونکہ سارے صحابہ غریب لوگ تھے، ایک صحابی نے دن میں مزدوری کی، شام کو آیا، افطاری کی، جیسے ہی لیٹے تو لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔بس نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا، ایسے ہی روزہ رکھنا پڑا۔اللہ میاں کو یہ چیز پسند نہیں آئی۔اللہ میاں نے اُسی دن یہ اعلان کر دیا کہ شام کو افطاری سے لے کر صبح طلوع ہونے تک تم کو چھٹی ہے، جو مرضی ہے کھاؤ پیو، مزے کرو۔میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو۔یہ اُس دن سے ہمارے لئے سحری کی نہ صرف ہمارے لئے اجازت ملی بلکہ ہمارے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ لوگ ہیں، میرے مہمان ہوتے ہیں۔آئیں کھائیں، ثواب ملے گا۔ خوب آخری وقت تک کھاؤ۔سب سے آخر میں حضور ﷺ سحری بند کیا کرتے تھے تاکہ سارے بھائی، سارے جو مسلمان ہیں، آرام سے سحری کر لیا کریں، اور روزہ کھولتے وقت

سب سے پہلے کھولتے تھے۔ذرا سورج غروب ہوتا تو آپ ﷺ روزہ افطار کرلیا کرتے تا کہ مسلمانوں کوکسی قسم کی تنگی نہ آئے۔

حضورﷺ اپنے امتیوں کا کتنا خیال کرتے تھے۔اتنا پیار تھا۔یہ جو اللہ میاں نے روزے رکھوائے ہیں یہ صرف **لعلکم تتقون** کے لئے ہیں۔باقی کوئی تکلیف وغیرہ نہیں ڈالی۔بس تم صرف متقی بن جاؤ۔ذرہ سی ایک نیکی کے بدلے دس (۱۰)اور روزوں میں کہتے ہیں ستر (۷۰) گنا۔یہ کیا ہے؟ پیارنہیں ہےتو اور کیا ہے؟ ایسے کون دیتا ہے؟یہ تو اللہ کی شان ہے،وہ دے رہا ہے۔خوب لوٹو آج کل۔مولوی لوگوں نے آج کل نام رکھا ہوا ہے کہ یہ نیکیوں کا Season ہے۔جتنا مرضی ہے نیکیاں کرو اور بڑھاتے جاؤ اور بڑھاتے جاؤ۔اللہ میاں قبول کرنے والا ہے۔اللہ میاں ہمیں پیار سے،ہر کام پیار سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔بڑے پیارے کام ہیں، پیار سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ڈائری میں ایک شعر لکھا تھا، مجھے بڑا پسند آیا۔

ے مس خامی کہ دارم از محبت کیمیا سازم
کہ فرداچوں رسم پیش تو از من ارمغان خواہی

بڑا ہی پسندیدہ شعر ہے۔باباجیؒ فرماتے کہ میرے پاس یہ جو خام مال ہے،اس کو میں محبت سے کیمیا بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔کوشش کرتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز بنالوں کہ کل جب میں آپ کے سامنے پیش ہوں اور آپ مجھ سے تحفہ مانگیں گےتو میں یہ اس وقت پیش کردوں گا۔

بس محبت سے۔یہ جو روزہ ہے یہ پیار سے رکھیں،اس میں قرآن پاک کی پیار سے تلاوت کریں،باقی جو بھی کریں اسے کسی قسم کا جرمانہ یا مشقت نہ سمجھیں۔پیار سے۔بے شک تھوڑا کریں لیکن پیار سے کریں تو اللہ میاں اس سے بڑا ہی خوش ہوتا ہے۔آج کل تو وہ انتظار میں ہوتا ہے کہ کون مجھے تحفہ دیتا ہے۔

☆ ایک بھائی نے آٹے کی تقسیم پر بات چلائی تو فرمایا:

ہم اپنا غلہ خود تر ساٹر سا کے لوگوں کو کھلا رہے ہیں ۔سنا ہے جو آٹا یہ تقسیم کر رہے ہیں وہ کھانے والا ہی نہیں ہے، پتا نہیں یہ سچ ہے یا جھوٹ ہے لیکن بڑا ہی دکھ ہوتا ہے سن کر کہ ہمارے ملک میں جو خود Agricultural ملک ہے اس میں کسی چیز کی اتنی کمی ہو جانا، یہ ناممکن ہے ۔یہ خود Mis-quote کرتے ہیں اور عوام کے ساتھ مذاق بنایا ہوا ہے اور دنیا ساری میں پاکستان مذاق بنا ہوا ہے کہ Agricultural ملک ہو کے وہاں خوراک کی یہ کمی ہے کہ مفت آٹا دیا جا رہا ہے اور لوگ لڑائی میں مر رہے ہیں ۔یہ تماشا ہو رہا ہے۔

بات چلانے والے بھائی نے کہا کہ بابا جی اب تک چوبیس (۲۴) لوگ مر گئے ہیں

تو فرمایا:

یہ اپنا مذاق اڑا رہے ہیں ۔اس حکومت کو خودکشی کر لینی چاہئے ،مر جانا چاہئے کہ ہم سے اتنا نہیں ہو رہا کہ اپنا آٹا ہم صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کر سکتے ۔یہ کتنی غلط بات ہے ۔ مجھے تو بہت دکھ ہوتا ہے ۔یہ خبریں سن کے مجھے بہت دکھ ہوتا ہے ۔یہ مسلمانوں کا مذاق بنایا جا رہا ہے ۔ ہماری قوم جو پیسے بھی خرچ کرتی ہے ،انہیں بھکاری بنایا جا رہا ہے ۔ بہت برا حال ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے اور اس قوم کو اللہ ہدایت دے ۔ہم کسی جوگے تو بنیں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔اپنی کوئی ایک آدھ خوبی بھی ہم نہیں بتا سکتے کہ ہم میں یہ خوبی ہے ۔یہ بڑے دکھ کی بات ہے ۔ بڑے ہی دکھ کی بات ہے ۔اب بھی ہمارے ہاں اتنا فصل ان شاءاللہ ہو گا کہ ہمارے آئندہ سال تک کے لئے کافی ہو گا۔اب بھی اگر آپ جائیں جہاں گودام ہیں تو گودام بھرے ہوتے ہیں ۔سال ختم ہونے والا ہے اور ہمارے گوداموں میں اب بھی گندم رکھنے کی جگہ نہیں ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے اور قوم کو بیوقوف بنایا ہوا ہے ۔کوئی سمجھ نہیں آتی ۔کوئی پوچھنے والا ہے، نہ کوئی سننے والا ہے، نہ کوئی دینے والا ہے ۔ یہاں سارے

چوہدری بنے ہوئے ہیں۔ایک چوہدری کچھ کرتا ہےتو دوسرا چوہدری اسے کچھ نہیں کہتا جو مرضی کرو کہ تم خود چوہدری ہو۔اسی لئے ہم خراب ہو رہے ہیں۔اگر ایک چوہدری ہواور ایک اس کا کارندہ ہو، اگر کارندہ غلط کرے تو چوہدری اس کے کان کھینچےلیکن یہاں ایسا کوئی سسٹم ہے ہی نہیں۔سارے اپنی اپنی جگہ پر چوہدری بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک چوہدری دوسرے چوہدری کے کام میں ٹانگ نہیں اڑاتا۔مزے سے پبلک کا بیڑہ غرق کیا ہوا ہے، پبلک کو مذاق بنایا ہوا ہے دکھ ہوتا ہے۔یہ سن سن کے، سوچ سوچ کے بھی دکھ ہوتا ہے کہ ہمارا کیا مذاق بنایا ہوا ہے۔پوری دنیا میں ہمارا مذاق اڑا ہوا ہے۔

بھائی نے کہا کہ کراچی میں بارہ (۱۲) لوگ زکوۃ لیتے ہوئے مر گئے ہیں۔اس پر فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے یہ زکوۃ قبول ہوگی؟ ایسے زکوۃ دیتے ہوتے ہیں؟ زکوۃ اللہ کا مال ہے اور یہ تم ایسے باعزت طریقے سے دو جیسا اللہ سے تم خود Expact کرتے ہو کہ مجھے ایسے ملنا چاہئے۔اللہ کے مال کو اللہ کی طرح دو جیسا اللہ دیتا ہے کسی کو پتا ہی نہیں چلتا۔یہ اللہ کا مال ہے۔عجیب مذاق بنایا ہوا ہے۔یہ ریاکاری ہے۔یہ زکوۃ نہیں دے رہے۔یہ ریاکاری ہے کہ ہم اللہ کے نام پر بانٹ رہے ہیں۔یہ جھوٹ کر رہے ہیں۔یہ کچھ بھی نہیں دے رہے۔یہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔زکوۃ ایسے دیتے ہوتے ہیں؟ لوگوں کو مار رہے ہیں دو دو ہزار روپے کے پیچھے لوگ مر جاتے ہیں۔زکوۃ ایسے دیتے ہیں؟ یہ سب جو بھی دے رہے ہیں صرف ووٹ کی خاطر دے رہے ہیں کہ یہ لو اور ووٹ ہمیں دینا۔بس۔یہ زکوۃ نہیں ہے، یہ رشوت دے رہے ہیں۔زکوۃ تو حق ہے اس لئے علی الاعلان دینے کا حکم دیا ہے۔زکوۃ بتا کر دو تا کہ اگلا لیتے ہوئے خفت محسوس نہ کرے کہ تم مجھ پر احسان نہیں کر رہے۔یہ میرے اللہ کا مال ہے جو مجھے مل رہا ہے۔اس لئے علی الاعلان دینے کا حکم ہے۔کھل کے کہو کہ یہ زکوۃ ہے۔لینے والا کوئی خفت محسوس نہ کرے۔

زکوٰۃ کے متعلق حکم ہے کہ آپ یہ بتا کے دیں کہ یہ زکوٰۃ ہے لیکن حالات ایسے ہیں، کوئی ایسا شریف آدمی ہے جو پھر بھی ذرا دھیما پڑتا ہے، اپنے آپ کو غلطی سے ذرا کم تر سمجھتا ہے تو اسے خاموشی سے دے دو، اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ نہ کوئی Order ہیں کہ بالکل بتا کر دو۔ صدقے کے متعلق ہے کہ صدقہ آپ خاموشی سے دیں۔ لیکن وہ بھی اگر عبرت کے لئے، دوسروں کو بتانے کے لئے اگر نیک نیتی سے کہ یہ ریاکاری نہیں ہے، دوسرے کو Promote کرنے کے لئے اگر آپ بتا کے دیں تو اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے لیکن خاموشی اچھی ہے۔ زکوٰۃ بھی اسی طرح ہے۔ ہم مسلمان جو ہیں ناں اگر مجھے کوئی زکوٰۃ دے اگرچہ یہ اللہ کا مال ہے لیکن میں پھر بھی کچھ محسوس کروں گا کہ مجھے کیا سمجھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے اگر آپ خاموشی سے بھی دے دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔ وہ قبول کر لیتا ہے۔ صدقہ وغیرہ خاموشی سے دینا، یہاں بھی اگر آپ کو محسوس ہو رہا ہے کہ یہ شرمیلا ہے اور خفت محسوس کر رہا ہے تو اسے مشقت میں مت ڈالیں۔ خاموشی سے دے دیں۔ اس کا کام بھی ہو جائے گا اور اللہ میاں کے ہاں قبول بھی ہو جائے گا۔

اللہ میاں نے عزت نفس کی بڑی قدر کی ہے، یاد رکھیں۔ انسان کی عزت نفس اللہ میاں کو بہت عزیز ہے اور اس کا بہت خیال کرنا پڑتا ہے۔ کوئی بھی حرکت کرتے ہوئے، کوئی بھی کام کرتے وقت انسان کی عزت نفس کا خیال ضرور رکھا کریں، اللہ میاں اس سے خوش ہوتا ہے۔

ایک بھائی نے کہا کہ آج کل لوگ لیتے ہوئے بھی برا محسوس کرتے ہیں۔ اس پر فرمایا:

مسلمان ہیں ہی ایسے۔ شروع کے زمانے میں کوئی کسی کو ڈر کے مارے انعام بھی نہیں دے سکتا تھا۔ لوگ پوچھتے تھے کہ آپ یہ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔ وہ ایسے ہی Accept نہیں کرتے تھے۔ جیسے ہے ناں یہ کہ

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

منعم جو ہے وہ دیتے ہوئے بھی ڈرتا تھا کہ آگے سے یہ مجھے پوچھ نہ لے کہ یہ مجھے کیوں دے رہا ہے؟ ایسے غیور اور خوددار تھے۔ یہ شق مسلمانوں میں آج بھی ہے، چاہے وہ غریب بھی ہے، اکثر آج بھی ان میں یہ بات آتی ہے کہ وہ Feel کرتے ہیں کہ سب کے سامنے یہ مجھے کیوں دیا، میری بے عزتی کی، یہ ہے اور وہ ہے۔ ان باتوں کا اللہ میاں بھی بڑا نوٹس لیتا ہے۔ اس لئے اگر کسی کی مدد کریں تو اس کی عزت نفس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

☆ آپس میں اللہ کے لئے ملنا جلنا جو ہے اس کا بھی بڑا ثواب ہے۔ باباجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن عرش کے نیچے تین چار ٹولیاں مختلف قسم کی بیٹھی ہوں گی اور یہ آپس میں گپ شپ لگا رہے ہوں گے۔ کوئی انبیاء ہوں گے، کوئی صالحین ہوں گے، کوئی شہداء ہوں گے، کوئی صدیقین ہوں گے۔ ایک چھوٹی سی جماعت خاص ٹوپیاں پہنے ہوئے الگ بیٹھے ہوں گے۔ یہ دوسرے ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں فرشتے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں صرف اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ صرف اللہ کی خاطر۔ اب یہ ہماری جماعت کے علاوہ اور کون ہے ایسا؟ مجھے تو کوئی نہیں نظر آتا۔ یہ صرف ہم لوگ ہوں گے وہاں ان شاء اللہ۔ ہم صرف اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے ملے۔ ہمیں اس کے علاوہ ایک دوسرے سے نہ کچھ لینا ہے اور نہ دینا ہے۔ نہ کوئی لالچ ہے، نہ خوف ہے، نہ ڈر ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف پیار ہے۔ صرف پیار کی خاطر اور اللہ میاں کے پیار کی خاطر ہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو یہ ہماری ٹولی ہوگی وہاں عرش کے سائے کے نیچے ان شاء اللہ۔ ان شاء اللہ۔ یہ ایسا موقع فراہم کرنا، یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ اُس کا درجہ اور زیادہ بلند ہوگا

جوایسا موقع فراہم کرے گا کہ بھائی اکٹھے ہوں، ایک دوسرے سے پیار کریں۔سبحان اللہ۔

☆ آپ جو بھی عمل کریں گے اللہ اس کا Reward ضرور دے گا۔آخرت کا تو کہنا ہی کیا ہے، وہاں تو کئی گنا زیادہ کر کے دے گا۔آپ اپنی نیت بالکل ایک مومن کی طرح رکھیں۔ مومن Positive سوچ سوچتا ہے اور اللہ میاں اس کی نیت کے مطابق اسے دیتا ہے۔ کھل ڈھل کے دیتا ہے اور کوئی اسے پوچھنے والا نہیں ہے۔وہ خود دیتا ہے۔آپ کی سوچ Positive ہونی چاہئے۔کوئی عمل بھی کریں Positive کریں۔نیک۔وہ نیک ہی ہوگا۔ Positive عمل نیک ہوتا ہے۔جو اخروی اجر ہے اس میں کئی گنا، عام حالات میں دس (۱۰) گنا اور رمضان میں اللہ میاں ستر (۷۰) گنا زیادہ دیتا ہے۔جو دنیاوی مشقت ہے اس میں بھی اللہ میاں دیتا ہے، خوب دیتا ہے۔اللہ آپ لوگوں کی مدد فرمائے، اللہ آپ کو کسی کا محتاج نہ کرے رب العزت اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

☆ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی استعداد سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔اب ایک آدمی سارا دن مزدوری کرتا رہتا ہے اور رات کو اگر وہ کھڑا ہوتا ہے قیام الیل میں، رات بارہ بجے تک وہاں کھڑا رہے تو وہ پھر جیے کیسے؟ یہ اس کے لئے ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔یہ آٹھ تراویح اور قیام الیل اور قسم کے لوگوں کے لئے ہیں اور ہماری یہ جو بیس تراویح ہیں یہ اور قسم کے لوگوں کے لئے ہیں۔ اللہ میاں حشر میں سب کو برابر کرے گا کہ تم نے وہاں کیا کیا عیاشیاں کی ہیں ذرا آؤ میدان میں۔ایک دفعہ بات ہو رہی تھی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں سب سے آخر میں جائیں گے۔حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں تھے۔ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ جب وہ سب سے آخر میں جائیں گے تو ہمارا کیا ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ میاں کی تقسیم جو ہے ناں یہ کسی مقصد کے بغیر نہیں ہوتی۔

فکرمت کریں۔وہاں جب حساب کتاب دینے کا وقت آئے گا تو ان کے پاس جتنا مال ہے اس کا حساب کتاب دیتے دیتے پیچھے رہ جائیں گے اور جن کے پاس یہاں کچھ نہیں ہے وہ ویسے ہی پہلے چلے جائیں گے۔یہ سب سے آخر میں جائیں گے۔چاہے یہ پھر سب سے آگے چلے جائیں، بڑے اعلیٰ مقام پر چلے جائیں لیکن جائیں گے آخر میں کیوں کہ ان کے پاس اتنی دولت ہے،اس کا حساب کتاب تو دینا پڑے گا۔یہ بھی ایسا ہی ہے۔فکرمت کریں۔آپ اپنے آپ کو Degrade مت کریں۔اللہ میاں آپ کو اس کا ان جتنا اجر بھی دے گا اور خوش بھی کرے گا۔جیسا اللہ میاں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے کہ میں اتنا دوں گا آپ ﷺ کو کہ آپ ﷺ کو راضی کردوں گا۔تو ایسا اللہ میاں آپ کو بھی راضی کرے گا۔

☆ نماز تراویح میں ایک افریقی حافظ قرآن نوجوان کی بڑی واضح آواز میں سویڈن کی ایک مسجد میں نماز تراویح پڑھانے کی بات ہوئی تو اس پر فرمایا:

میں جب امریکہ میں تھا تو جس عمارت میں میں رہتا تھا اس کی Basement میں بنگالیوں نے ایک مسجد بنائی تھی۔ پہلے یہاں لبنانی تھے اس کے بعد انہوں نے لبنانیوں سے اس مسجد پر قبضہ کرلیا۔بنگالی اس کو چلاتے تھے۔وہاں بھی آس پاس کے جتنے مسلمان تھے وہ نماز کے لئے تراویح میں آجاتے تھے۔ہمیں جو تراویح کے لئے حافظ ملا تھا وہ بنگالی تھا اور وہ بالکل ایکسپریس گاڑی کی طرح چلتا تھا۔کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کیا پڑھ رہا ہے۔الـــــم سے شروع کیا اور پھر پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں پہنچ گیا ہے۔ان کا جو چیئرمین تھا اسے میں نے کہا کہ یار!یہ حافظ صاحب کیا پڑھاتے ہیں؟ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا پڑھا رہے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی لیکن یہ پڑھا رہے ہیں،آپ بھی چپ کر کے پڑھیں۔تو یہاں بھی بہت سارے لوگ آکے تراویح پڑھتے تھے۔مفتی صاحب نے کہا کہ مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی کہ

یہ کیا پڑھ رہے ہیں، اب ایسے ہی پڑھیں گے، جیسے یہ پڑھا رہا ہے۔ ہمارے پاس اور کوئی حافظ ہے نہیں۔

افریقی مسلمانوں کی تعریف ہوئی تو فرمایا:

چلو مسلمان کہیں تو ہیں۔ الحمد للہ۔ کہیں تو ہیں جو صحیح اسلام کی روح کے مطابق اپنی زندگی بھی گزار رہے ہیں اور روح کے مطابق عمل بھی کر رہے ہیں۔ اب یہ قرآن پاک ہم جو پڑھتے ہیں، پیچھے جو کھڑے ہوتے ہیں انہیں نہ کوئی سمجھ آتی ہے اور نہ کچھ اور آگے پڑھتے جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ، الحمد للہ اب پاکستان میں یہ Sense پیدا ہو گئی ہے اور ایسے ہی حافظ آگے کھڑے ہوتے ہیں جو پڑھتے ہیں تو سمجھ آتی ہے الحمدللہ۔ پہلے زمانے میں ایسے ہی تھا کہ پڑھتے رہتے تھے، پچھلوں کو کچھ پتا نہیں ہوتا تھا لیکن آج کل ایسا نہیں ہے۔ آج کل قرآن پاک جو حافظ پڑھتا ہے، پیچھے ان کو سمجھ آتی ہے۔ کچھ اس میں مدرسوں کا بھی کمال ہے اور کچھ لوگ بھی اس میں ایسا حافظ چنتے ہیں جو صحیح قرآن پڑھ رہا ہو، پڑھنے والا ہو۔ کافی اچھے ہیں۔ ماشاء اللہ آج کل اچھا ہے۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوسروں کے لئے جو دعا کرتے ہیں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس طرح آپ سب کی دعائیں ایک دوسرے کے حق میں اللہ میاں قبول فرما لے گا سب ایک دوسرے کے لئے دعا کیا کریں، اللہ قبول فرمائے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۲ اپریل ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

مکتوباتِ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

(مورخہ ۵ جولائی ۲۰۰۲ء از مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب ۔ اسلام آباد)

راولپنڈی حلقہ کے بھائی اقبال احمد صاحب لاہور سے واپسی پر یہاں تھوڑی دیر کے لئے رکے تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے والد ماجد قضائے الٰہی سے فوت ہوگئے ہیں ۔ سن کر بہت دکھ ہوا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون ۔ ہم سب کا مالک اللہ ہے اور ہم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے ۔ یہ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطاؤں سے صرفِ نظر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب کو یہ صدمہ مومنانہ وقار کے ساتھ برداشت کرنے کی ہمت دے ۔ آمین ۔

میں اپنی اور پورے سلسلہ کے بھائیوں کی طرف سے اظہارِ تعزیت کرتا ہوں ۔ اسے قبول فرمائیں ۔

آپ کو چاہیے تھا کہ مجھے فوری اطلاع دیتے تا کہ دعائے مغفرت انفرادی اور اجتماعی طور پر کی جاتی ۔ دعا میں نے کر بھی دی تھی اور حلقہ ہائے ذکر کے بعد بھی کرائیں گے اور مجلہ میں اپیل شائع کریں گے کہ تمام بھائی ان کے لئے دعا کریں ۔ ملتان کے ایک بھائی راشد صاحب کے والد بھی فوت ہوگئے ہیں ۔ آپ بھی حلقہ ذکر کے بعد ان کی مغفرت کے لئے دعا کرائیں ۔

خادم حلقہ کو چاہیے کہ جب بھی کسی بھائی کے قریبی عزیزوں میں سے کسی کی وفات ہو تو شیخ حلقہ کو ضرور اطلاع دے تا کہ وسیع پیمانے پر دعا ہو جائے ۔ مرنے والوں کے لئے ہم یہ بہترین خدمت کر سکتے ہیں ۔ تمام برادران حلقہ راولپنڈی اور اسلام آباد کو سلام قبول ہو ۔

(مورخہ ۱۴ جون ۲۰۰۲ء از مرکز تعمیر ملت ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب ۔ اسلام آباد)

آپ کا خط موصول ہوا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیا گھر مبارک فرمائے اور اس میں اولاد کی خوشیاں

دیکھنا نصیب فرمائے ۔آمین!

امید ہے کل بروز اتوار وہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی محفل منعقد ہوئی ہو گی اور فضا میں اللہ کے ذکر کی مہک پھیل گئی ہو گی ۔آپ نے تو ایک خاص کمرہ ذکر کی محفل کے لئے ہی بنوایا تھا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس نیک خواہش کو پورا فرمایا اور آئندہ بھی اللہ اپنے فضل سے اس گھر میں اپنے پاک ذکر کی محفلوں کا اہتمام فرماتا رہے اور آپ کی کوششوں سے وہاں مقامی حلقۂ ذکر تیار ہو جائے ،آمین!

راولپنڈی حلقہ کی خدمت کے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے بھائی کو نامزد کیا جائے ۔آپ دو مناسب آدمیوں کے نام لکھ کر مجھے بھیجیں تا کہ ان میں سے کسی ایک کو راولپنڈی کا خادم حلقہ مقرر کر دیا جائے ۔آپ نے ماشاءاللہ راولپنڈی حلقہ کی خدمت بڑے خلوص اور محنت سے کی ۔اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے ۔آمین! حسب سہولت حاضری دیتے رہیں اور ذرا جلدی رخصت لے لیا کریں تا کہ گھر پہنچنے میں کوئی وقت نہ لگے ۔کوشش کریں کہ مقامی آدمیوں کو تعلیم سے متعارف کرایا جائے کچھ عرصہ بعد پھر چند بھائیوں کو دعوت دے کر ذکر کی محفل کرائی جائے اور مقامی دوستوں کو بھی دعوت دی جائے اور محفل میں سلسلہ کی تعلیم پر ہی گفتگو ہو ۔آنے والے بھائی (جو ۲ یا ۳ ہوں) بے شک رات ادھر ہی ٹھہریں اور اگلے دن واپس جائیں ۔

فی الحال خالد مسعود صاحب،خورشید صاحب یا عباسی صاحب آپ کی غیر حاضری میں ذکر کرا دیا کریں۔

میری صحت الحمد للہ ٹھیک ہے ۔کل اتوار کو عبدالرشید ساہی صاحب،اسلم چیمہ صاحب، اور حاجی جاوید چیمہ صاحب نوشہرہ ورکاں کے مختصر دورے پر گئے تھے،الحمد للہ اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ نزدیک نزدیک حلقہ والوں کو چاہئے کہ کراس وزٹ کرتے رہا کریں ۔

ایڈیٹر صاحب کو آپ کا نیا ایڈریس دے دوں گا ۔

آج شام کو دو دن کے لئے لوکھر جانے کا ارادہ ہے انشاء اللہ جمعرات صبح سویرے واپس آجاؤں گا۔ برادران کو سلام کہہ دیں ۔گھر میں بیگم اور بچوں کو بھی نئے گھر کی مبارک دے دیں ۔اپنا گھر بن جانا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کی علامت اور زندگی کی ایک کامیابی تصور ہوتی ہے ۔

حج

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اسلامی عبادات میں حج بھی ایک بے مثال اور مفید ترین عبادت ہے۔ حج صرف اس کا نام نہیں کہ مکہ معظّمہ پہنچے، طواف کیا اور دوسرے مناسک حج ادا کر کے جیسے کورے گئے تھے ویسے ہی واپس چلے آئے اور سمجھ لیا کہ ہمارے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور جنت کا پروانہ مل گیا، بلکہ حج سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ حج میں سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر سے حوصلہ، عقل اور تجربہ بڑھتا ہے، جھجک دور ہوتی ہے، اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ سفر میں جو صعوبتیں اور تکالیف پیش آتی ہیں ان کو ایک فریضہ مذہبی کی ادائیگی کے خیال سے بخوشی برداشت کرنا پڑتا ہے جس سے تکلیفیں اٹھانے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور قوت برداشت بڑھتی ہے۔

۳۔ چونکہ اکثر اوقات آدمی اکیلا ہی جاتا ہے اور ہر کام کے لیے خود اپنے ہی اوپر بھروسہ کرنا پڑتا ہے، اس سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ جو اعلیٰ کردار انسانی پیدا کرنے کے لیے بہت ہی ضروری صفت ہے۔

۴۔ سستی اور کاہلی رفع ہوتی ہے اور قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ انسان جب حج کو جانے کا ارادہ کرتا ہے تو حضور رسالتمآب ﷺ کے روضہ پر حاضری کی تمنا بھی ضرور ہوتی ہے، اس لیے وہ تمام گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور پاک صاف دل لے کر جاتا ہے۔ ان میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو عمر بھر اس توبہ پر قائم رہتے ہیں اور نیک مرتے ہیں، یہ بہت بڑی بات ہے۔

۶۔ چونکہ دوران سفر میں دل نیکی اور محبت کے جذبات سے معمور ہوتا ہے، ہر آدمی دوسرے ہمراہیوں کی مدد کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمدردی اور خدمت کا جذبہ ترقی پاتا ہے۔

۷۔ حج نیکی اور بدی کی کسوٹی ہے۔ جو لوگ محض دنیا کے دکھاوے کے لیے حج کرتے ہیں یا اپنی بدیوں کو حج کے مقدس پردے میں چھپانا چاہتے ہیں وہ واپس آکر پہلے سے بھی زیادہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو لوگ سچ مچ نیک ہوتے ہیں واپس آنے کے بعد سب پر ان کی نیکیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

۸۔ حاجی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں پرانے اماکن مقدسہ اور تاریخی مقامات کو دیکھتا اور قبور صحابہؓ وغیرہ کی زیارت کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے ابتدائی تاریخ اسلام کی واقفیت پیدا ہوتی ہے اور دل میں ترقی ملت کا جذبہ اور جوش پیدا ہوتا ہے اور اگر دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ جوش و جذبہ مستقل ہو جاتا ہے۔

۹۔ حاجی حضور سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی حاضر ہوتا ہے اور آپ کی سچی محبت اور فیض روحانی سے مالا مال ہو کر واپس آتا ہے۔ اس نعمت کا مقابلہ اور کوئی چیز بھی نہیں کرسکتی۔

۱۰۔ کعبۃ اللہ تمام ملت اسلامیہ کا مرکز ہے شمال جنوب، مشرق مغرب ہر طرف کے مسلمان اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لیے کعبہ کی جو عظمت و بزرگی مسلمانوں کے دلوں میں ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں، وہ امیر ہوں یا غریب، نیک اور پارسا ہوں یا گنہگار اور فاسق وفاجر، کعبہ کی حفاظت و دفاع کے لیے بے تامل اپنا جان و مال اور آل واولاد قربان کرسکتے ہیں۔ اسی کعبہ کے طواف کو ہر سال ہزارہا مسلمان اطراف عالم سے اکٹھے ہوتے ہیں، اگر ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنما تھوڑے سے خلوص اور محنت سے کام کریں تو یہاں ایک ایسا مرکز قائم ہوسکتا ہے جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں ارتباط و تعلق پیدا کر کے ان کی عالمگیر تنظیم کی جا سکتی ہے۔ یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ایک دن ہوگا اور ہو کر رہے گا، دیکھنا صرف یہ ہے کہ یہ سعادت کس کی قسمت میں لکھی ہے۔

اُسوۂ اِبراہیم علیہ السلام

(محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی جن عادات وصفات کا ذکر فرمایا اور آپ کی جو شان بیان فرمائی ہے ہم اِختصار کی خاطر اُن آیات قرآنی کا صرف ترجمہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اِن پر غور فرمائیں، اِنہیں اپنائیں اور مقبول بارگاہ بنانے والی اِس تعلیم سے خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور اِسے آگے بڑھا کر خلق خدا کی خدمت کریں۔

جب وہ اپنے رب کے پاس "قلبِ سلیم" یعنی عیبوں سے پاک دل لے کر آئے۔

(صافات-84)

ہمارے بندوں ابراہیم اور اِسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔(یعنی چشم بینا رکھتے تھے اور صاحب عمل تھے) (ص۔45)

بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔

(ھود۔121)

بے شک ابراہیم اُس کی نعمتوں کے شکرگزار تھے۔اللہ نے انکو برگزیدہ کیا تھا اور صراط مستقیم پر چلایا تھا۔(نحل۔121)

جب اُن سے اُنکے رب نے فرمایا کہ اِسلام لے آؤ تو اُنہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔(البقرہ۔131)

آپ نے اپنے بیٹوں کو بھی اِسی بات کی وصیت کی کہ بیٹا اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ (البقرہ۔132)

جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ اِن میں پورے اُترے۔ اللہ نے کہا میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کیلئے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہمارا اقرار ظالموں کیلئے نہیں ہوا کرتا۔ (سورہ بقرہ۔124)

آپ نے فرمایا کہ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اور اُن کی قوم نے بحث کی تو فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو اُس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں اُن سے نہیں ڈرتا۔ ہاں جو میرا رب چاہے۔ میرا رب اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ بھلا میں اِن چیزوں سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم اللہ کا شریک بنانے سے نہیں ڈرتے ہو جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اب دونوں فریقوں میں سے کونسا امن کا مستحق ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (الانعام۔79۔81)

تمہارے لئے ابراہیم اور اُن کے رفقاء میں اُسوہ حسنہ یعنی عمدہ عمل کی مثال ہے جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اِن سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو لاتعلق ہیں ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی ہے۔ (الممتحنہ۔4)

ابراہیم اور اِن کے ساتھیوں میں اُسوۂ حسنہ ہے جو کوئی اللہ سے ملاقات اور روزِ آخرت کی اُمید رکھتا ہو۔ اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوارِ حمد ہے۔ (الممتحنہ۔6)

اِبتلا اور عطا:

دنیا میں بھی سمجھدار انسان اچھی طرح پرکھنے اور آزمانے کے بعد ہی کسی کو اپنا دوست

بناتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چندکڑی آزمائشوں سے گزارنے کے بعد ہی خلیل اللہ کی خلعت فاخرہ سے نوازا۔آپ کے خلاف سب سے پہلا محاذتو اپنے گھر میں ہی کھلا جب آپ نے اپنے باپ کے سامنے بتوں کی بے بسی اور برائی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی تو اُس نے کہااِس روش سے باز آ جاؤ ورنہ میں تجھے سنگسار کردونگا یا تم میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔کیونکہ باپ تو بت پرستی والے دین کا پروہت اور پرچارک تھا۔لیکن عشق خلیل اِن دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔وہ ایک دن موقع پا کراُن کے صنم کدہ میں جا گھسےاور مفروضہ خداؤں کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔جب وقت کے باجبروت بادشاہ نمرود کے سامنے پیش کیے گئےتو اُسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کراللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ایسے مسکت دلائل دیئے کہ کافرمبہوت ہو کر رہ گیااور اُسکے دعویٰ ربوبیت کے پرزے اُڑ گئے۔ طاغوتی طاقت سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو اپنے دین کو بچانے کیلئے قوت کا حربہ آزمانے پر اُتر آیا۔پوری قوم نے حق کے ترجمان اور وقت کے بہترین انسان کو جوانہیں جہنم کی آگ سے بچنے کی دعوت دے رہا تھا خود اُسے ہی آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا۔جب اس کا انتظام مکمل کرلیا تو:۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشہ لب بام ابھی

وہ عشق اللہ کا تھاجسے سنانے یا بتانے کی حاجت نہ تھی وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا وہ تو اپنے بندے کے ساتھ بلکہ رگِ جان سے بھی قریب تر تھا۔اور بندہ جو کہ صرف اُسی کا بن کر رہ گیا تھا سراپا تسلیم ورضا بن کرآتش نمرود کے شعلوں میں بھی اسی لئے خاموش تھا کہ وہ بھی اپنے رب کو دیکھ رہا تھا کیونکہ بندگی کا یہی تو کمال ہے کہ اپنے رب کو دیکھ لے۔حضورﷺ کی حدیث

مبارک ہے ''فَاعۡبُدۡ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' اپنے رب کی بندگی اس طرح کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ ایمان کی ان معراج کی گھڑیوں اور قرب کی ساعتوں میں جو اللہ کی رحمت برسی تو اُس نے آگ کی حرارت کو ٹھنڈا اور انگاروں کو گلزار میں بدل کر رکھ دیا۔ پھر اللہ کا حکم ہوا تو اُسکی راہ میں ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی تو حسب حکم اپنی بیوی اور معصوم بچے کو اُس وادی میں چھوڑ آئے جہاں گھاس کا تنکا تک نہ پیدا ہوتا تھا۔ جدائی کے اس امتحان میں کامیاب ہوئے تو اپنی محبوب ترین متاع نوجوان بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کا حکم دے دیا گیا تو آپ نے یہ عظیم قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور داستانِ عشق کو اپنے لختِ جگر کے خون سے رنگین بنانے کیلئے تیار ہو گئے۔ جب سراپا تسلیم بیٹا اسماعیل زمین پر لیٹ گیا اور باپ نے تیز دھار خنجر پر گرفت مضبوط کر لی اور دوسرا ہاتھ حلقوم پسر پر رکھ دیا تو اِس منظر کی دہشت سے ملائکہ پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت جبرائیل نے بحکم خدا حضرت اسماعیل کو ہٹا کر اِن کی جگہ ایک دُنبہ رکھ دیا جو ذبح ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ندا دی کہ اے ابراہیم تم نے رؤیا کو حقیقت بنا دیا۔

یہ تھے وہ بڑے اور کڑے امتحانات جن میں سرخرو ہونے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے حضرات ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کی امامت عطا فرمائی اور اُنہیں اپنا خلیل بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

☆وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ۝ (البقرہ۔124)

''جب ابراہیم کے رب نے چند باتوں میں ان کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اُترے۔

اللہ نے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤنگا۔انہوں نے کہا کہ میری اولاد پر بھی عنایت ہو تو اللہ نے فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کیلئے نہیں ہوا کرتا''۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو ابتلا میں سے گذارتا ہے تو جو بندے شیوہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے مصائب کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بے شمار ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر بھی انعام و اکرام کی بارش ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل یعنی دوست اور دنیا کا امام و پیشوا بنایا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے انہیں زمین و آسمان کی بادشاہت کا نظام دکھایا تاکہ انہیں یقین کامل کی دولت نصیب ہو۔ جب اطمینان قلب کی خاطر آپ نے التجا کی کہ اللہ مجھے دکھادیں کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے چار پرندوں کو اُن کے سامنے زندہ کر کے تسکین کا سامان فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں دنیا میں بھی اجر دیا اور آخرت میں بھی انہیں صالحین میں ٹھہرایا۔ اِن کی اولاد میں نبوت وحکمت اور حکومت کو بھی جاری فرمایا۔اولاد کیلئے دعا کی تو اللہ نے علم وحلم والے بیٹے کی بشارت دی۔ اِبتلا کے بعد جب عطا کا دور شروع ہوا تو دوست نے دوست سے جو کچھ بھی مانگا وہ دیا گیا۔

رُوحانی مرکز:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کا پیشوا بنایا تو ایک خاص جگہ پر اہل زمین کیلئے ایک روحانی مرکز تعمیر کرنے کا شرف بھی آپ کو عطا کیا گیا۔ کیونکہ آگے چل کر جس ہستی نے رنگوں،نسلوں اور قوموں میں بٹی ہوئی دُنیا کو ایک کلمہ،ایک دین اور ایک مرکز پر لانے کا عظیم کام سر انجام دینا تھا اِس نے یہاں ہی جلوہ افروز ہونا تھا۔ گویا خلیل اللہؑ کے ہاتھوں سے

اِس بستی کو آباد کیا جا رہا تھا جہاں حبیب اللہؐ کی تشریف آوری ہونی تھی۔ بیت اللہ، مکہ مکرمہ، اپنی اولاد اور اہل ایمان کے بارے میں آپ کے فرمودات اور دُعائیں بھی خصوصی توجہ کی طالب ہیں کیونکہ جملہ اہل حرم یعنی اُمت مسلمہ کی کامیابی انہی سوچوں کو اپنانے اور اُن پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔قرآن کریم ہماری راہنمائی فرماتا ہے کہ بیت اللہ کس لئے تعمیر کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہاں کس غرض کیلئے بسایا اور آنے والی اُمت مسلمہ کیلئے کیسی کیسی پیاری دُعائیں فرمائیں۔ چنانچہ سورت ابراہیم کی آیات 35 تا 37 میں ارشاد ہوا ہے:۔

☆ ''اور جب ابراہیم نے دُعا کی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ''۔

☆ ''اے میرے رب اُنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو بخشنے والا مہربان ہے''۔

☆ ''اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔اِس لئے کہ اے پروردگار یہ نماز قائم کریں۔تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ اِن کی طرف جھکے رہیں اور اِن کو میووں سے روزی دے تا کہ تیرا شکر کریں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی دُعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مکہ کو انسانوں کیلئے عالمگیر اجتماع اور امن و امان کے حصول کا مرکز بنا دیا۔سورۃ البقرہ آیات 125 اور 126 میں یہ فرمان جاری فرمایا:۔

☆ ''اور ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ جس جگہ ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اِس کو نماز کی جگہ بنالو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو''۔

☆ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی اے پروردگار اِس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں اُنکے کھانے کو میوے عطا کر۔ تو اللہ نے فرمایا کہ جو کافر ہو گا میں اُسکو بھی کسی قدر متمتع کروں گا پھر اُسے عذاب دوزخ بھگتنے کیلئے نا چار کر دونگا اور وہ بری جگہ ہے''۔

اُمت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ خصوصی فضل اور رحمت فرمانا چاہتے ہیں اِسی لئے ملت ابراہیم کا اِتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اُوپر لکھی گئی آیات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کیلئے اپنے گھر کو صاف رکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو حریم کبریاء میں داخلہ ملتا ہے۔ اہل حرم کو میوؤں اور پھلوں کا رزق عطا کرنے والی دُعا بھی منظور کر لی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ دُعا صرف اہل ایمان کیلئے کی لیکن اللہ کی سراپا رحمت ذات نے اپنے نیک بندوں کے طفیل کفار کو بھی دُنیا کی قلیل زندگی میں فائدہ دینے کا وعدہ فرمالیا۔ یہ خاص بات بھی نوٹ فرمالیں کہ اللہ کے مقرب بندوں کے قدموں سے جو برکات ملتی ہیں اُن کے حصول کیلئے خود حکم فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑا ہونے والی جگہ پر نماز پڑھا کرو۔ چنانچہ آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمین شریفین جس پتھر پر ثبت ہیں وہ ایک شیشے کے فانوس میں بند ہے جس کے سامنے ہمہ وقت نوافل پڑھنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صفا اور مروہ کو شعائر اللہ قرار دے کر ان کے درمیان سعی کرنے کو عبادت میں

شامل فرما دیا ہے اسی طرح مقبولین بارگاہ بندوں کے جو آثار اور نشانات ہوتے ہیں ان سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان چیزوں کا احترام کرنا اللہ کے پیارے بندوں کی محبت کے زُمرے میں آتا ہے اور یہ محبت **مِنْ دُوْنِ اللّٰہ** نہیں بلکہ **فِی سَبِیْلِ اللّٰہ** کہلاتی ہے۔ اس لئے حجرِ اسود کو چومنا، آبِ زمزم کو متبرک جاننا، حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کے لئے عقیدت و محبت کا اظہار کرنا اور قرآن کریم کو بوسہ دینا یہ سب مستحسن اعمال ہیں۔

یہ بات تو برسبیل تذکرہ درمیان میں آ گئی۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انسانوں کے لئے روحانی مرکز بیت اللہ تعمیر کرتے وقت اپنی اولاد کے لئے امت مسلمہ کا اعزاز طلب کیا تو ساتھ ہی حضور خاتم النبیین رحمت للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بعثت کے لئے یہ دعا فرمائی۔

☆ **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** o (بقرۃ۔129)

"اے ہمارے رب ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیجو جو ان کو تیری آیات سنایا کرے اور کتاب اور حکمت سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تُو غالب اور صاحب حکمت ہے"۔

اسی وجہ سے حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا اثر ہوں۔

اسلامی تصوف کا مآخذ قرآن اور حیات مصطفیٰ

(پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ)

اللہ تعالٰی نے سرکار ابد قرار ﷺ کو یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے نفوس کا تزکیہ کرو۔ کیونکہ تزکیہ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان نہ جہاد فی سبیل اللہ کر سکتا ہے نہ انفاق فی سبیل اللہ کر سکتا ہے۔ اور اسلام انہی دو چیزوں کا نام ہے۔

(الف) اللہ کہتا ہے کہ اپنا مال میری راہ میں خرچ کرو۔ لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا تو تم مفلس ہو جاؤ گے اور تمہارے متعلقین (بیوی بچے) فاقے کریں گے۔ لہٰذا جب تک نفس مغلوب نہ ہو اس وقت تک کوئی مسلمان اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرسکتا۔

(ب) اللہ کہتا ہے کہ میری راہ میں جہاد (قتال) کرو۔ نفس انسان کو ورغلاتا ہے کہ اگر تو میدان جنگ میں گیا تو گمان غالب یہی ہے کہ مارا جائے گا اس صورت میں تیری بیوی اور تیرے بچے برباد ہو جائیں گے۔ پس جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان سربکف ہو کر میدان میں نہیں آسکتا۔

تصوف کیا ہے؟ تزکیہ نفس کا دوسرا نام ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت کے مقاصد چہارگانہ میں سے دوسرا مقصد ہے۔

ترجمہ: وہ اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا جو: (۲:۶۲)

(۱) انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے (۲) اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے (۳) اور انھیں

کتاب (۴) اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

ضابطہ تصوف:

تزکیہ نفس کے علاوہ اسلامی تصوف میں جن جن باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا تعلیم دی جاتی ہے، وہ بھی سب کے سب قرآن سے ماخوذ ہیں یا حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ سے اخذ کی گئی ہیں مثلاً:

(۱) بیعت کا سلسلہ: یہ طریق قرآن اور سُنت دونوں سے ثابت ہے:

ترجمہ: جو لوگ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں (پیمانِ وفا باندھتے ہیں) (۱۰:۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوگیا ان مومنوں سے جس وقت وہ بیعت کرتے تھے آپ ﷺ سے اُس درخت کے نیچے۔(۱۸:۴۸)

(۲) صحبتِ مرشد: اگر تزکیہ نفس محض کتابوں سے ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ بعثت انبیاءؑ کا سلسلہ جاری نہ فرماتا۔ اپنی کتاب کسی شخص کی معرفت دنیاوالوں کے پاس بھیج دیا کرتا۔ پس جس طرح صحابہ کرامؓ نے رسولِ خدا سرکار دو عالم ﷺ کی محبت میں رہ کر اپنے نفوس کا تزکیہ کیا، اسی طرح آئندہ نسلوں کے لیے ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایسے خاصانِ خدا پیدا ہوتے رہیں جو فنا فی الرسول ہو کر تزکیہ نفوس کا مقدس فریضہ انجام دے سکیں۔

وجہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کا علم نہ کتابوں میں مذکور ہے اور نہ کتابوں کو پڑھ کر کوئی شخص تزکیہ کر سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ فن طبابت اور فن جراحت کا علم کتابوں میں مذکور ہے مگر آج تک (جالینوس کے زمانے سے لے کر اب تک) کوئی حکیم یا طبیب یا ڈاکٹر یا سرجن ایسا نہیں گزرا جس نے میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو اور طلباء اور جراحوں کی

صحبت میں بیٹھ کر اس فن کی عملی تربیت حاصل نہ کی ہو۔

پس اگر امراض جسمانی کے ازالے کے لیے کتابی علم کے علاوہ میڈیکل کالج میں پڑھنا اور سرجنوں کی نگرانی میں آپریشن کرنا مہارت وحذاقت کے لیے شرف اولین ہے تو امراض روحانی کے ازالے کے لیے روحانی کالج (خانقاہ) میں تربیت حاصل کرنا اور شیخ کامل کی نگرانی (نگاہ) میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرنا (مہارت حاصل کرنا) کیوں لازمی نہ ہو۔

ہر شخص کا روزمرہ مشاہدہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن (غواصی، جراحی، طباخی، خیماطی، حملاجی، خطاطی) صاحبِ فن کی صحبت اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ تزکیہ نفس بھی ایک فن ہے اور بہت مشکل فن ہے، تو یہ فن کسی ماہر فن کی صحبت کے بغیر کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟ چراغ تو چراغ ہی سے جل سکتا ہے۔ جبھی تو علامہ اقبال مرحوم نے اس زمانے کے مغرب زدہ اور فلسفہ زدہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے:

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے

بوسہ زن بر آستانِ کاملے

یعنی اے مسلمان! تو کیا ہے؟ ایک مشتِ گل ہی تو ہے۔ اگر تو مٹی ہی رہا تو ایک دن مٹی میں مل کر فنا ہو جائے گا، اس لیے میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ تو اس مشتِ گل (جسم یا شخصیت) کو کیمیا میں تبدیل کر لے اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کسی کامل کے آستانے کو چوم یعنی کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کر۔

حجۃ الاسلام میں امام غزالیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ''دلوں کو چمکانے اور صیقل کرنے کا یہ علم کتابوں میں مدون نہیں ہے۔''

(۳) خلوت: شیخ طریقت سالک کو کچھ عرصے کے لیے خلوت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے

اور صوفیائے کرامؒ کے سوانح حیات کے مطالعے سے یہ ثابت ہے کہ ہر صوفی نے کچھ عرصے کے لیے خلوت اختیار کی ہے۔اس کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا ثبوت خود سرکار ابد قرار ﷺ کی حیات مبارکہ سے مل سکتا ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ قبل نبوت حضور اکرم ﷺ نے تین سال تک غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی تھی۔خلوت کی اہمیت پر میرے مرشد اولین، اکبر الہ آبادی مرحوم کا یہ ایک شعر کافی ہے:

خدا کے کام دیکھو! بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

اس سلسلے میں اُن کے ایک عقیدت مند کا شعر بھی قابل غور ہے:

صاحب تحقیق را جلوت عزیز
صاحب تخلیق را خلوت عزیز

(۴) اعتکاف: شیخ طریقت بعض اوقات مرید کو اعتکاف کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم بھی سنت نبوی سے ماخوذ ہے۔ہر شخص جس نے سیرۃ النبیؐ کا مطالعہ کیا ہے اس بات سے واقف ہے کہ حضور انور ﷺ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ رابطہ قلبی پیدا کرنے کے لیے اعتکاف فی المسجد، اکسیر کا خاصہ رکھتا ہے جسے شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے۔سلوک تو سراسر عملی پروگرام ہے۔

(۵) محبت یا عشق: تصوف کی بنیاد عشق الٰہی پر رکھی گئی ہے۔جس طرح دریائے نیل کے بغیر ملک مصر کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح عشق کے بغیر اقلیم تصوف کا تصور نہیں ہو سکتا۔تصوف کا تار بھی عشق ہے اور پود بھی عشق ہے۔یہ بنیاد بھی قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے

صرف ایک آیت لکھتا ہوں۔

ترجمہ: جولوگ مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں۔(۱٦۵:۲)

(٦)مراقبہ اور محاسبہ: شیخ طریقت مرید کو مراقبہ اور محاسبہ کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اور لازم ہے کہ ہر شخص یہ دیکھتا (غور کرتا) رہے کہ اس نے آئندہ کل (قیامت) کے لیے کیا توشہ آگے بھیجا ہے(۱۸:۵۹)

(یعنی کون کون سے اعمال صالحہ اس کے نامہ اعمال میں مندرج ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ محاسبہ، مراقبے پر موقوف ہے جب تک مراقبہ نہ کیا جائے محاسبہ ناممکن ہے۔

(۷)مجاہدہ: تصوف میں مجاہدہ شرط لازمی ہے۔کوئی سالک مجاہدے کے بغیر سلوک طے نہیں کرسکتا اور یہ شرط اس آیت سے ثابت ہے۔

ترجمہ: اور جولوگ ہم سے ملنے یا ہم تک پہنچنے کے لیے کوشش (مجاہدہ) کرتے ہیں ہم یقیناً انھیں اپنی طرف آنے والی راہیں دکھا دیتے ہیں۔:(٦۹:۲۹)

سچ کہا ہے عارف شیرازیؒ نے:

نازپروردِ تنعم نبرد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

(۸)ذکر وفکر: شیخ طریقت، مرید کو ذکر وفکر کا حکم دیتا ہے اور یہ تلقین ذکر وفکر، جس کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے، قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں نشانیاں

ہیں عقل والوں کے لیے (یہ وہ ہیں) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور غور وفکر کے بعد پکار اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات بے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔ (۳:۱۹۰،۱۹۱)

سالک کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ذکر کرتے رہو۔ یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے:

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کو بہت تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (۸:۴۵)

نکتہ: مقصدِ حیات، فلاحِ دارین ہے اور حصولِ فلاح کی صورت ذکرِ کثیر ہے، اسی لیے صوفی ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

ذکر کی اہمیت آئندہ واضح کی جائے گی، اس جگہ صرف اتنا بیان کرنا کافی ہے کہ اللہ تعالٰی سرکارِ دو عالم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ:

ترجمہ: اے رسول! مت کہا مان اس شخص کا جسے ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ (۱۸:۲۸)

جب اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تو بوقت رخصت انھیں تاکید کی:

ترجمہ: جا تو اور تیرا بھائی (فرعون کے پاس) میری نشانیاں لے کر اور (دیکھنا) میری یاد میں سستی مت کرنا۔ (۲۰:۴۲)

یہی وجہ ہے کہ مرشد رومیؒ نے متعدد مقامات میں ذکر و فکر کی اہمیت اور فضیلت کو واضح کیا ہے:

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر گر جامد بود، رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اقبالؒ نے بھی ذکر کی فضیلت واضح کی ہے:

فقرِ قرآں؟ اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

اغیار کی شہادت:

گزشتہ صفحات میں، میں نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی تصوف قرآن سے ماخوذ ہے۔اب میں اس دعوے پر اغیار کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

(۱) ڈاکٹر ڈونالڈسن اپنی کتاب ''مسلمانوں کا فلسفہ اخلاق'' میں صفحہ ۱۹۴ پر لکھتا ہے'' بقول ابن خلدون، صوفیوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ آغاز اسلام سے مسلمانوں میں متداول تھا اور اکابر صحابہؓ سے سچائی اور ہدایت کا طریقہ یقین کرتے تھے۔یہ طریقہ عبادت اور تبتل پر مبنی تھا اور جب دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے دلوں میں دنیا کی محبت راہ پانے لگی تو جن لوگوں نے زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا وہ صوفیوں کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔''

(۲) پروفیسر گیوم اپنی کتاب ''اسلام'' میں صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ پر لکھتا ہے:'' قرآنی تعلیمات میں دنیا سے بے تعلقی اور تصوف کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔مسلمان صوفیوں نے ان دو آیتوں سے بہت تقویت حاصل کی ہے:

ترجمہ: ہم انسان سے اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔(۱۶:۵۰)

ترجمہ: پس تم جس طرف بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کا منہ ہے۔ (۲:۱۱۵)

یعنی تم جدھر دیکھو گے اللہ کو وہیں موجود پاؤ گے۔ جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے اسلام نے بذاتِ خود صوفیوں کی طرزِ حیات کے لیے سامان مہیا کیا ہے۔"

(۳) پروفیسر گب اپنی کتاب "محمڈن ازم" میں صفحہ ۱۲۸ پر لکھتا ہے: "پروفیسر میسی لیون نے اسلامی تصوف کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مسلمانوں میں تصوف کی تحریک اُس زہد و اتقاء کا نتیجہ ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے اور پیغمبر اسلام کی سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔"

(۴) ڈاکٹر تاراچند اپنی تصنیف "ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر" میں صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہیں: "تصوف کا اصلی ماخذ قرآن اور محمد ﷺ کی زندگی ہے۔"

(۵) ڈاکٹر نکلسن نے اپنی تصنیف "عربوں کی ادبی تاریخ" صفحہ ۲۲۹ پر ابن خلدون کی رائے سے اتفاق کیا ہے جسے ہم ڈونالڈسن کی شہادت کے سلسلے میں اوپر درج کر آئے ہیں۔

(۶) پروفیسر ہٹی اپنی تالیف تاریخ اقوام عرب صفحہ ۲۳۳ پر لکھتا ہے: "تصوف کا ماخذ قرآن اور حدیث ہے۔ قرآن میں ایسے مضامین کی جو مثلاً ۴:۹۶ یا ۹:۱۱۳ یا ۳۳:۴۷ میں وارد ہیں کوئی کمی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں خدا کے ساتھ خود پیغمبر اسلام ﷺ کے ذاتی تعلق میں صوفیانہ رنگ پایا جاتا ہے یعنی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ اور ہر وقت موجودگی کا براہِ راست ذاتی شعور حاصل تھا۔ آپ ﷺ ہر وقت یہ محسوس کرتے تھے کہ میں اللہ کی حضوری میں ہوں۔ صوفیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی اُس روحانی تعلیم کے سچے ترجمان ہیں جو احادیث میں محفوظ ہے۔"

(۷) پروفیسر براؤن اپنی تالیف "ایران کی ادبی تاریخ" جلد اول میں صفحہ ۴۱۸ پر لکھتا ہے

:''احادیث سے قطع نظر کر کے خود قرآن میں چند آیات ایسی موجود ہیں جن کی تفسیر صوفیانہ انداز میں ممکن ہے۔ مثلاً

ترجمہ: اور اے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں) پھینکی تھیں تو آپ ﷺ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ (۸:۱۷)

بظاہر تو اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی ہمت بندھائی لیکن اس سے یہ مفہوم بھی مستنبط ہوسکتا ہے کہ دراصل، اللہ ہی فاعل مطلق ہے اور انسان کی حالت ایسی ہے جیسے کاتب کی انگلیوں میں قلم ہوتا ہے جس طرف چاہے موڑے۔''

(۸) ڈاکٹر ہنٹ اپنی تالیف (Pantheism) مطبوعہ لندن سن ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰۸ پر لکھتا ہے: ''پروفیسر پامر نے لکھا ہے کہ تصوف دراصل اسلام کی باطنی تعلیم کا نام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے مبادی قرآن سے اخذ کیے جاسکتے ہیں لیکن قرآن عقیدۂ حلول کی مطلق تائید نہیں کرتا۔''

(۹) پروفیسر میکڈ انلڈ اپنی تصنیف ''شئونِ اسلام'' میں صفحہ ۱۸۴ پر لکھتا ہے: ''اسلام کی دوسری تعلیمات کی طرح تصوف کے مبادی بھی پیغمبر اسلام کے ذہن میں موجود تھے۔''

(۱۰) پروفیسر آربری اپنی تصنیف ''صوفزم'' (تصوف میں صفحہ ۱۲، ۱۳ پر لکھتے ہیں: '' قرآن مجید صوفیوں کے لیے وہ سند اعلیٰ ہے جس کی طرف وہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔''

''ایک صوفی اتباع رسول پر مجبور ہے اس کے لیے حدیث کا مطالعہ لازمی ہے اس لیے حدیث قرآن کے بعد دوسرا استون ہے جس پر ایک صوفی کے دین وایمان کا قصر تعمیر ہوا ہے۔''

(تلک عشرۃ کاملہ)

الحمد اللہ کہ میں نے قرآن کے علاوہ اغیار کی شہادت سے بھی یہ بات ثابت کر دی کہ اسلامی تصوف قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف اسلام کی روح ہے اور ایمان کا جوہر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اسلام کا مقصدِ اصلی محض اخلاقی تعلیم دینا یا سیاسی نظام قائم کرنا نہیں ہے بلکہ زندہ خدا سے زندہ رابطہ پیدا کرنے کا طریقہ سکھانا ہے۔ قرآن کی غرض و غایت، قیام حکومت نہیں ہے بلکہ بنی آدم میں تعلق باللہ کی اہمیت کا شعور پیدا کرنا اور اس حقیقت کو جاگزیں کرنا کہ اگر اللہ کے ساتھ تعلق نہ ہو تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضور انور ﷺ نے قریش مکہ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ اگر تم میری پیروی کرو گے تو میں تمھیں حکمران بنا دوں گا۔ اس کے بجائے صرف یہ کہا کہ میری پیروی کرو، میں تمھیں اللہ سے ملا دوں گا بلکہ میری پیروی میں یہ تاثیر ہے کہ تم خود اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

ترجمہ: اے رسول ﷺ! آپ مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ میری اتباع (پیروی) کرو۔ اس اتباع کا ثمرہ یہ ملے گا کہ اللہ تم سے اس قدر راضی ہو جائے گا کہ وہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ (۳:۳۱)

اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ اسلام کا مقصد ارفع اور قرآن کی غایت قصویٰ، حصولِ حکومت ارضی ہے یا استرضاء باری تعالیٰ ہے؟ اس آیت کی روشنی میں ہر شخص یہی جواب دے گا کہ مسلمان کا مقصدِ حیات، اللہ کو راضی کرنا ہے، حکومت ملے یا نہ ملے۔ اور میں علیٰ وجہ البصیرت یہ بات کہتا ہوں کہ اسلامی تصوف اللہ کو راضی کرنے کے طریق کار (پروگرام) کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ مقصد رفیع صرف سلوک طے کرنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں میرے دعوے پر شاہدِ عدل ہیں۔

شریعت میں اللہ تعالیٰ معبود ہے،طریقت میں اللہ تعالیٰ مقصود ہے۔ بظاہر تو یہ فرق بہت معمولی نظر آتا ہے مگر جب ایک مسلمان اللہ کو اپنا مقصود بنا لیتا ہے (اور اندازِ نگاہ میں یہ تبدیلی صرف تصوف کی بدولت پیدا ہو سکتی ہے)تو اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔یعنی وہی دنیا جس کے حصول میں وہ رات دن سرگرداں رہتا تھا،اس کے قدموں میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

جب تک اللہ صرف معبود ہے مسلمان بادشاہوں کی غلامی میں کوئی دقت یا قباحت محسوس نہیں کرتا مگر جب اس کا مقصود اللہ بن جاتا ہے تو سلاطینِ عالم خود اس کی قدم بوسی کو اپنے لئے باعثِ سعادت یقین کرتے ہیں۔ جسے شک ہو وہ حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہؒ خواجگان خواجہ معین اجمیریؒ: قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ، شیخ سیوخ عالم خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی زندگیوں کا مطالعہ کرے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب ایک مسلمان اللہ سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے۔

ا۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

یہ سب کو ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

(اور یہی اسلام کی غایت ہے)تو اسے لامحالہ تصوف کے کوچے میں آنا پڑتا ہے۔

اللہ سے تعلق پیدا کرنے کے طریقے کا دوسرا نام طریقت ہے:

قرآن رہے پیشِ نظر، یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیشِ نظر یہ ہے طریقت

(اکبر الہ آبادی)

صوفیائے کرام کا برصغیر کے معاشرہ پر اثرات

(مولانا سید ابوالحسن ندویؒ)

تصوف کے مشہور اور مرکزی سلسلے اگرچہ ہندوستان سے باہر پیدا ہوئے، لیکن ان کو سب سے زیادہ فروغ اور مقبولیت (ہندوستان کے مخصوص حالات اور ہندوستان کے ضمیر و مزاج کی وجہ سے) ہندوستان ہی میں حاصل ہوئی، ان سلاسل تصوف میں بعض ایسی ہندوستانی شاخیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے خود مستقل سلاسل کی، اور جداگانہ طریق سلوک و تربیت کی شکل اختیار کرلی، اور ان میں بعض ایسے مجتہد اور مجدد فن۔۔۔ پیدا ہوئے جن کی حیثیت ایک مستقل سلسلہ کے بانی اور امام کی ہے، مشہور سلاسل تصوف طریقہ قادریہ، طریقہ چشتیہ، طریقہ نقشبندیہ، طریقہ سہروردیہ کے علاوہ جنھوں نے ہندوستان آکر بڑی ترقی کی، اور نئے برگ و بار لائے، ایسے طریقہ سلاسل بھی ہیں، جو خاص ہندوستان ہی کی پیداوار ہیں، اور ان کا انتساب ان شخصیتوں کی طرف ہے، جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوئیں، اور ان کے مشائخ یہیں آسودۂ خاک ہیں، مثلاً طریقہ مداریہ، طریقہ قلندریہ، طریقہ شطاریہ، اور طریقہ مجددیہ جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور ہندوستان ہی سے باہر گئے۔

گیارہویں صدی سے تقریباً ہندوستان ہی تصوف اور اصلاح باطنی کا علمبردار نظر آتا ہے، اسی صدی میں امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ اور ان کے صاحبزادے اور جانشین خواجہ معصومؒ سے ایک عالم نے استفادہ کیا، خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء ہندوستان سے باہر افغانستان، ایران و ترکستان میں پھیلے ہوئے تھے، تیرہویں صدی کے سلسلہ مجددیہ کے شیخ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خانقاہ میں روم، شام، بغداد مصر، چین اور حبش، سمرقند و بخارا تک کے لوگ

استفادہ کے لیے آتے تھے، ان کے خلیفہ مولانا خالد رومیؒ کے ذریعہ یہ سلسلہ عراق، شام، کروستان اور ترکی میں پھیل گیا، اور ابھی تک ان ممالک میں یہ سلسلہ موجود ہے، چودھویں صدی کے شروع میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی ذات شیخ العرب والعجم کے لقب سے مشہور ہوئی، اور ان سے اہل حجاز اور حجاز میں آنے والے کثیر التعداد حجاج نے فیض اٹھایا، اس وقت پورے عالم اسلام میں ہندوستان ہی کی بدولت اصلاح باطن کی یہ شمع روشن ہے، اور عشق الٰہی کے سودے کی یہ دکان قائم ہے، اور اس کو اب بھی اس فن کے بعض کاملین اور مخلصین کی موجودگی سے اس فن میں عالمگیر مرکزیت حاصل ہے، اور وہی اس فن کے طالبین و شائقین کا واحد مرجع ہے۔

تصوف اور صوفیا سے لوگوں کا تعلق اور رجوع عام:

ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز صوفیاء کرام ہی کی ذات سے ہوا، خاص طور پر حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مخلص اور پر زور ہاتھوں سے یہاں چشتی سلسلہ کی مضبوط بنیاد پڑی، اس کے بعد سے خواص وعوام، شاہ و رعیت سبھی نے ان بے غرض اور پاک نفس درویشوں اور مردان خدا سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا، اور اس برعظیم کے ایک گوشہ سے لے کر دوسرے گوشہ تک خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کا ایک جال بچھ گیا، مرکزی شہروں کو چھوڑ کر مشکل سے کوئی قابل ذکر قصبہ او رمقام اس سے محروم رہا۔

لوگوں کو ان بزرگوں اور ان کی خانقاہوں سے جو والہانہ عقیدت اور قلبی تعلق تھا، اور ان کی طرف رجوع کی جو کیفیت تھی، اس کا ہلکا سا اندازہ ان اعداد و واقعات سے ہوسکتا ہے، جو بغیر کسی ترتیب کے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت سید آدم بنوریؒ (متوفی ۱۰۵۳ھ) کی خانقاہ میں ایک ایک ہزار آدمی

روزانہ ہوتے تھے، جو دونوں وقت خانقاہ میں کھانا کھاتے تھے، ان کی سواری کے ساتھ ہزاروں ہزار آدمی اور سینکڑوں علماء ہوتے تھے، ”تزکرۂ آدمیہ“ میں ہے کہ ۱۰۵۲ھ میں جب آپ لاہور تشریف لے گئے تو سادات ومشائخ اور دوسرے طبقوں کے دس ہزار آدمی آپ کے ہمرکاب تھے، طالبین کا اتنا مجمع ہروقت رہتا تھا کہ شاہجہاں کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا، اس نے کچھ رقم بھیج کر کہلوایا کہ آپ پر حج فرض ہوگیا ہے، آپ حرمین تشریف لے جائیں، چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔

مجدد صاحب کے نامور خلیفہ اور صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم (۱۰۷۹ھ) کے ہاتھ پر 9 لاکھ انسانوں نے بیعت وتوبہ کی اور سات ہزار آدمی خلافت سے مشرف ہوئے۔ سرسید احمد خاں مرحوم ”آثار الصنادید“ میں حضرت شاہ غلام علیؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو سے کم فقیر نہیں رہتا تھا، اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا۔“

تیرھویں صدی کے مشہور مصلح اور شیخ طریقت حضرت سید احمد شہیدؒ کی طرف لوگوں کے رجوع اور اہل طلب کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے اصلاحی دوروں اور سفر حج کے سلسلے میں جن مقامات سے گزرے پورے پورے شہروں میں تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جو توبہ وبیعت سے محروم رہ گئے ہوں، الہ آباد، مرزاپور، بنارس، غازی پور، عظیم آباد، پٹنہ اور کلکتہ میں مجموعی اعتبار سے کئی لاکھ مسلمانوں نے بیعت وتوبہ کی، دین کی عمومی اہمیت اور طلب کا اندازہ اس سے ہوگا کہ بنارس میں ہسپتال کے مریضوں نے بھی پیغام بھیجا کہ ہم معذور ہیں، وہاں تک ہمارا آنا دشوار ہے، اگر آپ للہ فی اللہ یہاں تشریف ارزانی فرمائیں تو ہم بیعت کریں، کلکتہ میں دو مہینے قیام رہا روزانہ ایک ہزار آدمی کے قریب بیعت سے مشرف ہوتے، اور روز بروز ہجوم بڑھتا جاتا تھا، کثرت بیعت کا یہ حال تھا کہ صبح سے دو ڈھائی پہر رات گئے

تک مردوں اور عورتوں کا ہجوم رہتا، سید صاحب کو سوائے نماز پڑھنے اور کھانا کھانے اور ضروریات بشری کے کچھ فرصت نہ ملتی، علیحدہ علیحدہ ایک ایک شخص سے بیعت لینا محال تھا، ایک وسیع مکان میں سب جمع ہو جاتے، آپ تشریف لاتے، سات آٹھ دستاریں کھول کر آپ لوگوں کے ہاتھ میں دے دیتے، لوگ ان کو جابجا سے تھام لیتے، اور آپ بیعت کے الفاظ کو اذان کی طرح بلند آواز سے تلقین فرماتے، دن میں سترہ اٹھارہ بار یہی عمل ہوتا۔

زندگی اور معاشرہ پر اثر

یہ مشائخ ان لوگوں سے جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، تمام گناہوں سے توبہ لیتے تھے، خدا کی اطاعت اور رسول کی تابعداری کا عہد لیتے تھے، بے حیائی اور بداخلاقی ظلم وزیادتی، حقوق العباد کی پامالی سے بچنے کی تاکید فرماتے، اچھے اخلاق اختیار کرنے، اور اخلاق رذیلہ (حسد، کینہ، تکبر، حب مال، حب جاہ) کے ازالہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے، خدا کی یاد اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور خدمت اور لوگوں کو نفع پہنچانے اور ایثار و قناعت کی تعلیم دیتے تھے، اس بیعت کے علاوہ جو عام طور پر ایک خصوصی اور گہرے تعلق کا ذریعہ ہوتی تھی، وہ تمام آنے جانے والوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے، ان کے اخلاص واخلاق اور ان کی تعلیم و تربیت اور صحبت کا جو اثر عام زندگی اور معاشرہ پر ہوتا تھا اس کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، ہندوستان کا مشہور مؤرخ قاضی ضیاء الدین برنی عہد علائی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"سلطان علاؤ الدین کے زمانے کے مشائخ میں سے سجادۂ تصوف شیخ الاسلام نظام الدین، شیخ الاسلام علاؤ الدین اور شیخ الاسلام رکن الدین سے آراستہ تھا، ایک دنیا ان کے انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی، اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا، اور ان کی

مدد سے گنہگاروں نے توبہ کی، اور ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھالیا، اور ہمیشہ کے لیے پابند نماز ہو گئے، اور باطنی طور پر دینی مشغلہ کی طرف رغبت ظاہر کی، اور ان کی توبہ صحیح ہو گئی، عبادات لازمہ اور متعدیہ کا معمول ہو گیا، دنیا کی حرص و محبت (جو انسانوں کے فوائد اور فرمانبرداری کی بنیاد ہے) ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ اور ترک و تجرید کے معاملہ کو دیکھنے سے دلوں سے کم ہو گئی، ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں میں سچائی پیدا ہو گئی، ان کے مکارم اخلاق ریاضات و مجاہدات کے اثر سے اللہ والوں کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی'' آگے چل کر لکھتا ہے:۔

''عہد علائی کے آخری چند سالوں میں شراب، معشوق، فسق و فجور، جوا، فحاشی وغیرہ کا نام اکثر آدمیوں کے زبانوں پر نہیں آنے پایا، بڑے بڑے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگتے تھے، مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سودخوری اور ذخیرہ اندوزی کے کھلم کھلا مرتکب نہیں ہو سکتے تھے، بازار والوں کے جھوٹ بولنے، کم تولنے، اور آمیزش کرنے کا رواج اٹھ گیا تھا''۔

''مشائخ طریقت اپنے نئے مریدین کو معاملات کو صفائی، حق داروں کے حقوق کے تصفیہ اور ان کے ذمہ کسی کے مطالبات یا بقایا ہے تو اس کی ادائیگی کی شدید تاکید کرتے تھے، سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کو بھی ان کے شیخ خواجہ فرید الدین گنج شکر نے تاکید فرمائی تھی کہ ''مخالفین کو خوش کرنے اور اہل حقوق کو راضی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا، ان کے ذمہ ایک شخص کے ۲۰ جیتل باقی تھے، اور ایک شخص سے انھوں نے ایک کتاب مستعار لی تھی، وہ کھو گئی تھی، جب وہ دہلی آئے تو پہلے شخص کے پاس قرض ادا کرنے گئے، اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کے پاس سے آرہے ہو، دوسرے شخص کے پاس گئے تو

اس نے کہا کہ "ہاں تم جہاں سے آرہے ہو وہاں کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔"

ان مشائخ کی تربیت وصحبت سے بلاتفریق مذہب وملت، وامتیاز یگانہ وبیگار خدمت اور راحت رسانی کا جذبہ اور ذوق پیدا ہوتا تھا، حضرت سید احمد شہید اپنے کثیر التعداد رفقاء کے ساتھ سفر حج کو جارہے تھے، تو اس طویل و پر مشقت سفر میں جہاں ضرورت پڑتی، اور خدمت کا کوئی موقع آتا، اس سے دریغ نہ کرتے، یہ سفر دریائے گنگا کے راستہ کشتیوں سے ہورہا تھا، مرزاپور کے گھاٹ پر روئی سے لدی ہوئی ایک ناؤ کھڑی تھی، روئی کا مالک مزدوروں کا منتظر تھا، کہ اس روئی کو لاد کر گودام لے جائے، سید صاحب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ روئی کے گٹھے اتارلو، سدہا آدمی اس کشتی سے لپٹ گئے، اور دو گھڑی کے عرصہ میں ناؤ خالی کر کے روئی گودام کے دروازے پر پہنچادی، لوگ یہ حال دیکھ کر متحیر ہوگئے، اور آپس میں کہنے لگے یہ لوگ تو عجیب طرح کے ہیں کہ روئی والے سے نہ جان نہ پہچان، بے مزدوری للہ فی اللہ اس کا اتنا کام کردیا بے شک یہ لوگ اللہ والے ہیں۔"

تسلسل کے ساتھ ان مشائخ کرام کے اثرات کا تذکرہ بہت دشوار ہے، اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، ہندوستان میں صحت مند، صاحب ضمیر معاشرہ تعمیر کرنے میں (جو اس ملک کی سب سے بڑی اخلاقی طاقت، بے غرض خادمان خلق اور نیک نفس حکام کا سرچشمہ رہی ہے، اور جس نے ہر نازک موقع پر ہندوستان کو لائق افراد فراہم کئے ہیں) ان بے لوث مصلحین اور معلمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی حصہ ہے، درمیان کی صدیوں کو ہم چھوڑ کر جن کا وسیع مواد مشائخ طریقت کے تذکروں میں منتشر ہے، ہم تیرھویں صدی کے صرف ایک روحانی پیشوا حضرت سید احمد شہید کے دینی واخلاقی اثرات کا تذکرہ بطور مثال کے پیش کرتے ہیں، سید صاحب کے سفر حج کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤرخ لکھتا ہے:۔

کلکتہ میں یک لخت شراب بکنی موقوف ہوگئی، دوکانداروں نے جاکر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلاعذر ادا کرتے ہیں، اور دوکانیں ہماری بند ہیں، جب سے ایک بزرگ اپنے قافلہ کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں، شہر اور دیہات کے تمام تر مسلمان ان کے مرید ہوئے، اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں، انھوں نے کل مسکرات (نشہ آور چیزوں) سے توبہ کی ہے، اب کوئی ہماری دوکانوں کی طرف ہو کر بھی نہیں نکلتا۔''

اس وسیع ملک کی آبادی کی جس کثیر تعداد کو ان مشائخ طریقت اور روحانی معلمین کے تعلق اور ان کی اصلاحی کوششوں نے نیک راستے پر لگایا، اور بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے مجتنب رکھا وہ صرف انھیں کے اخلاق و روحانیت کا نتیجہ تھا، دنیا کی کوئی حکومت کوئی ادارہ کوئی قانون، نہ اتنی بڑی تعداد کو متاثر کرسکتا ہے، اور نہ دائمی طور پر اخلاق و اصول کے دائرہ میں رکھ سکتا ہے۔

بے رحمی اور حق گوئی

ان روحانی معلمین کی ایک بڑی خدمت اور کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے مطلق العنان سلاطین اور جابر بادشاہوں کے غلط اور خطرناک رجحانات اور بے اعتدالیوں کا مقابلہ کیا ان کے منہ پر کلمۂ حق کہہ کر اور ان سے اختلاف ظاہر کر کے حکومت اور معاشرہ کو بعض خطرناک نتائج اور تباہی سے بچالیا، ان کی تربیت اور عملی مثالوں نے لوگوں میں ہمت اور حوصلہ اور بے خوفی و شجاعت پیدا کی، ہندوستان کے اسلامی دور کی پوری تاریخ ان مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ ان مشائخ اور ان کے خلفاء نے سر سے کفن باندھ کر اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر ''افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر'' (جابر بادشاہ کے مقابلہ میں حق بات کہنا افضل ترین جہاد ہے) پر عمل کیا، یہاں پر صرف محمد تغلق کے عہد کے دو واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

شیخ قطب الدین منور محمد تغلق کے عہد کے ایک گوشہ نشین چشتی بزرگ تھے، بادشاہ ان کے علاقہ کے پاس سے گزرا اور انھوں نے سلام کے لئے حاضری نہیں دی، بادشاہ نے ان کو دہلی طلب کیا، انھوں نے جب ایوان شاہی کی دہلیز پر قدم رکھا، تو امراء وملوک اور نقیب وچاؤش دو رویہ کھڑے تھے، ان کے صاحبزادے نورالدین کم عمر تھے، انھوں نے کبھی بادشاہوں کی بارگاہ نہیں دیکھی تھی، ان پر ہیبت سی طاری ہوئی، شیخ قطب الدین منور نے ان سے پکار کر کہا، بابا نورالدین ''العظمۃ اللہ'' صاحبزادے کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی میرے اندر ایک قوت پیدا ہوگئی، سارا رعب جاتا رہا، اور جو امراء وملوک وہاں کھڑے تھے، وہ مجھے بالکل بکریوں کی طرح معلوم ہونے لگے، بادشاہوں نے شکوہ کیا کہ میں آپ کے جوار میں پہنچا آپ نے میری کوئی تربیت نہ فرمائی، اور اپنی ملاقات سے عزت نہ بخشی، شیخ نے فرمایا کہ یہ درویش اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ بادشاہوں سے ملاقات کرے، ایک کونہ میں پڑا ہوا، بادشاہ اور اہلِ اسلام کی دعا گوئی میں مصروف ہے، اس کو معذور سمجھا جائے، ان کی ملاقات کے بعد بادشاہ نے ایک امیر سے کہا کہ مجھے جن بزرگوں سے مصافحہ کا اتفاق ہوا ہے، جس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اس کے ہاتھ میں کپکپی تھی، لیکن شیخ منور نے اتنی مضبوطی سے مصافحہ کیا کہ ان پر ذرا اثر نہیں معلوم ہوتا تھا، بادشاہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ تنکہ پیش کیا، شیخ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! درویش کو تو دو سیر چاول دال اور ایک پیسہ کا گھی کافی ہے، وہ ان ہزاروں روپیوں کو کیا کرے گا، بڑی کوششوں اور حیلوں سے یہ کہہ کر کہ بادشاہ در پے آزار ہو جائے گا، آپ نے دو ہزار تنکے قبول کئے، اور وہ بھی اپنے برادران طریقت اور اہل حاجت میں تقسیم کر کے واپس چلے آئے۔

دوسرا واقعہ مولانا فخر الدین زرّادی کا ہے، مولانا کو سلطان کی ملاقات سے بہت

اجتناب تھا، کئی بار فرمایا کہ میں اپنے سر کو اس شخص کے دربار میں کٹا ہوا اور پڑا ہوا دیکھتا ہوں، یعنی میں کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رہوں گا، اور یہ شخص مجھے معاف نہیں کریگا، آخر ایک مرتبہ دربار میں مجلس ہوئی، سلطان نے کہا کہیں ہمیں کچھ نصیحت کیجئے، مولانا نے فرمایا غصہ دبایئے، سلطان نے کہا کون سا غصہ، مولانا نے فرمایا درندوں والا غصہ اس پر سلطان کا چہرا تمتما گیا، لیکن کچھ کہا نہیں، خاصہ شاہی طلب کیا گیا، سلطان نے اپنے پیالہ میں مولانا کو شریک کیا، اور اپنے ہاتھ سے بعض لقمے دیئے، مولانا نے بڑی ناگواری کے ساتھ کھانا کھایا سلطان نے اس کے بعد مولانا کو رخصت کیا۔

ان مشائخ نے شخصی سلطنت کے ہر دور میں اپنی بے غرضی، بے خوفی اور حق گوئی کی روایت قائم رکھی، اور جبکہ سلاطین نے حق گو علماء تک کو معاف نہیں کیا، انھوں نے عام حالات میں ان درویشوں کی خصوصی رعایت کی اور ان کو اپنا فرض انجام دینے کی اجازت دی، دہلی کے آخری دور میں بھی مشائخ نے اپنی خودداری خودشناسی ہاتھ سے جانے نہیں دی، شاہ عالم ایک مرتبہ خواجہ میر درد کی محفل سماع میں حاضر ہوئے "چونکہ پاؤں میں درد تھا، ضبط نہ کر سکے، ذرا پاؤں پھیلا دیا خواجہ صاحب اس بے ادبی کے متحمل نہ ہو سکے، فرمایا" یہ امر فقیر کی آداب محفل کے خلاف ہے، بادشاہ نے عذر کیا اور معافی چاہی، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر طبیعت ناساز تھی تو تکلیف کرنا کیا ضروری تھی۔"

زہد و استغناء

ان صوفیائے کرام نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کے گراں قدر پیش کشوں اور زمین و جائیداد کے قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا، اور زہد و استغنا، قناعیت و توکل، اور خودداری و خودشناسی کی ایسی روایت قائم رکھی جس نے ہندوستان کے معاشرہ میں

کردار کی مضبوطی، بلند ہمتی اور بلند نظری کے اوصاف اور عناصر کو زندہ رکھا اور انسانیت کی آبرو کو سود و زیاں کے اس بازار میں جس میں انسانوں کا سودا ہوا کرتا تھا، ہمیشہ قائم و محفوظ رکھا، ان کا اصول زندگی اور اعلان یہ تھا۔

من دلق خود بافسر شاہاں نمی دہم — من فقر خود بملک سلیماں نمی دہم
از رنج فقر در دلے گنجے کہ یافتم — ایں رنج را براحت شاہاں نمی دہم

(میں اپنی گدڑی بادشاہوں کے تاج کے عوض میں دینے کو تیار نہیں ہوں، میں اپنا فقر سلطنت سلیماں کے بدلے میں نہیں دے سکتا، فقر کی مشقت سے میں نے دل میں جو خزانہ پایا، اس مشقت کو میں بادشاہوں کے آرام کے عوض دینے کو تیار نہیں ہوں۔)

ہندوستان کے فقر و تصوف کی تاریخ، زہد و استغنا، خودداری و خود شناسی اور ایثار و قربانی کے حیرت انگیز واقعات سے لبریز ہے، اور ان مثالوں سے کسی سلسلہ طریقت اور کسی خانوادۂ تصوف کی تاریخ خالی نہیں، ہم یہاں صرف آخری دو تیرھویں و چودھویں صدی کے چند واقعات نقل کرتے ہیں، جو اس دور سے تعلق رکھتے ہیں، جس میں مادیت اپنے قدم جما چکی تھی۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ حضرت مرزا جان جاناں دہلویؒ تھے جن کی وفات سے قبل بادشاہ دہلی نے پیغام بھیجا کہ اللہ نے اتنی بڑی سلطنت مجھے عطا کی ہے، آپ اس میں سے کچھ قبول فرمالیں، ''فرمایا اللہ تعالیٰ تو ہفت اقلیم کو متاع الدنیا قلیل'' فرماتا ہے پھر ایک اقلیم میں سے ایک ولایت آپ کے حصے میں آئی ہے، وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف طمع کا ہاتھ بڑھائے، نواب آصف جاہ نے ایک بار بیس ہزار روپیہ نذر کیا، آپ نے قبول نہیں فرمایا، نواب نے کہا لے کر محتاجوں کو بانٹ دیجئے، فرمایا کہ مجھ کو اس کا سلیقہ نہیں، یہاں سے

نکل کر بانٹتے چلے جایئے، گھر تک پہنچتے تقسیم ہو جائے گا، نہ ہو تو وہاں ہو جائے گا۔

حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ کو نواب میر خاں والی ریاست ٹونک نے ان کی خانقاہ کے سالانہ مصارف کے لئے کچھ مقرر کرنا چاہا، تو ان کو لکھدیا گیا کہ

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم　　　با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر و قناعت کی بے آبروئی نہیں کرتے، نواب میر خاں سے کہہ دو کہ روزی مقدر ہے) مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ (متوفی ۱۳۱۳ھ) کے پاس ایک بار کوئی انگریز حاکم آیا ہوا تھا، اس نے حضرت کی اخلاقی تقریر سے خوش ہو کر کہا، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی خانقاہ کے لئے گورنمنٹ سے کچھ مقرر کرادیں، آپ نے فرمایا کہ۔

میں تمہاری گورنمنٹ کا پیسہ لے کر کیا کروں گا، خدا کے فضل سے ایک رسی کی بنی ہوئی چارپائی اور دو لوٹے مٹی کے اور دو گھڑے موجود ہیں، اور بعض مرید ہمارے باجرہ لے آتے ہیں، اس کی روٹی ہو جاتی ہے، بی بی صاحبہ کچھ دال یا ساگ پکا دیتی ہیں، اس سے لگا کر کھا لیتے ہیں۔ مولوی محبّ اللہ صاحب کا بیان ہے کہ نواب کلب علی خاں والی ریاست رامپور نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مولانا فضل رحمان محدث رامپورؒ ہمارے یہاں تشریف لاویں اس پر مولوی صاحب نے نواب صاحب سے پوچھا کہ ان کے لئے کیا نذر کریں گے؟ نواب صاحب نے کہا کہ لاکھ روپیہ مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا، مولوی محبّ اللہ خان صاحب مراد آباد پہنچے اور عرض کیا کہ رامپور تشریف لے چلئے، نواب کلب علی خان آپ کے بہت مشتاق ہیں، اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے، آپ جس طرح سے بات کر رہے تھے کرتے رہے، اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا، اور فرمایا میاں لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو اور بات سنو:۔

جو ہم دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

اشاعت علم

ہندوستان کے صوفیا کرام ہمیشہ علم کے سر پرست اور پشت پناہ رہے،ان میں سے اکثر و بیشتر اعلیٰ علمی،ادبی ذوق رکھتے تھے،اوران کا روز اول سے یہ عقیدہ تھا۔

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور یہ کہ جاہل صوفی بازیچہ،شیطان ہوتا ہے،اسی بنا پر انھوں نے بڑے بڑے عالی استعداد طالبین کو اس وقت تک اجازت نہیں دی جب تک کہ انھوں نے اپنی علمی تکمیل نہیں کر لی ہندوستان کی تعلیمی تحریک اور یہاں کی علمی چہل پہل بالواسطہ اور بلاواسطہ مشائخ طریقت کی سرپرستی وہمت افزائی کا نتیجہ ہے،آٹھویں صدی میں ہندوستان کے دو زبردست عالم اور جہاں استاد قاضی عبدالمقتدر کندی اور شیخ احمد تھانیسر ی،حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے وابستہ تھے،گیارہویں صدی کے مشہور مدرس مولانا جمال الاولیا،کوروی جن کے تلامذہ اور شاگردوں کے شاگردوں سے درس وتدریس کا ہنگامہ تیرہویں صدی تک گرم رہا،ایک بلند پایہ شیخ طریقت تھے،بیشتر دوروں میں خانقاہ اور مدرسہ لازم وملزوم رہے،جون پور کی خانقاہ رشیدیہ، ٹیلے والی مسجد میں مولانا شاہ پیر محمد صاحب کا مدرسہ، دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ اور گنگوہ میں مولانا رشید احمد صاحب کی خانقاہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

پرورش خلائق

ان مشائخ اوران کی خانقاہوں کے ذریعہ ہزاروں بندگان خدا کی حاجت براری ہوتی، کتنے خاندانوں اور گھروں میں ان کی وجہ سے چراغ جلتا اور چولھا گرم ہوتا ،

کتنے خدا کے بندے ان خانقاہوں میں آ کر پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور انواع واقسام کی لذتوں کا مزہ اٹھاتے ،فقیروں کا یہ شاہی دستر خوان ایک خوان یغما تھا جس پر دوست و دشمن، یگانہ و بیگانہ، امیر وغریب شہری و پر دیسی کی کوئی قید نہیں تھی ،خواجہ نظام الدین اولیاء کا دستر خوان اپنی وسعت اور تکلفات کے لئے ضرب المثل تھا، گیارہویں صدی کے ایک مجددی شیخ ،شیخ سیف الدین سرہندی کی خانقاہ میں ایک ہزار چار سو آدمی دونوں وقت اپنی فرمائش اور خواہش کے موافق کھانا کھاتے تھے ،اسی صدی کے اواخر اور بارھویں صدی کے آغاز میں ایک چشتی شیخ سید محمد سعید عرف شاہ بھیک تھے، ان کے متعلق ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ان کی خانقاہ میں ذاکرین وشاغلین کی تعداد ابتدائی زمانہ میں پانچ سو سے کم نہیں تھی ،اسی قدر مجمع آنے جانے والوں میں سے تقریباً ایک ہزار انسان دونوں وقت ان کے یہاں کھانا کھاتے تھے، ایک مرتبہ روشن الدولہ (فرخ سیر کے سہ ہزاری امیر) نے ستر ہزار روپیہ خانقاہ کی تعمیر کے لئے نذر گزارا، ارشاد ہوا کہ بالفعل اس کو ایک جگہ چھوڑ دیں اور آرام فرمائیں ، سہ پہر کو معماروں کو طلب کر کے عمارت کی تیاری شروع ہوگی، روشن الدولہ آرام کرنے چلا گیا، شاہ بھیک صاحب نے درویشوں کو طلب کیا اور ساری رقم انبالہ او رتھانیسر ،سرہند و پانی پت کی بیوہ عورتوں محتاجوں اور مسکینوں کے گھروں پر بھیج دی، اور ایک حبہ بھی باقی نہ چھوڑا ، روشن الدولہ سہ پہر کو آئے تو فرمایا کہ خانقاہ کی تعمیر سے وہ ثواب کہاں ملتا جو ان بیکسوں اور گوشہ نشینوں کی خدمت سے ملا ،فقیر کو بلند عمارت سے کیا کام ،ایک مرتبہ بادشاہ محمد فرخ سیر ،نواب روشن الدولہ اور نواب عبداللہ خاں کے عریضے اور تین لاکھ کی رقم کی ہنڈیاں آئیں، آپ کے حکم سے قرب وجوار کے قصاب اور شرفاء کی آبادیوں میں سب تقسیم کرا دیا گیا ،مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بالکل صحیح لکھا ہے:۔

"غریبوں اور امیروں کے درمیان صوفیائے اسلام کی یہی خانقاہیں درمیانی کڑی کا کام دیتی تھیں، ان بزرگوں کا دربار وہ دربار تھا جہاں سلاطین بھی خراج داخل کرتے تھے، خود سلطان المشائخ کا کیا حال تھا، گزر چکا کہ ولی عہد سلطنت خضر خاں تک اسی دربار کا حلقہ بگوش تھا، علاؤالدین جو سارے ہندوستان سے خراج وصول کرتا تھا، لیکن ایک خزانہ وہ بھی تھا، جس میں اسے بھی مال گزاری داخل کرنی پڑتی تھی ۔۔۔۔ یہی خانقاہیں تھیں جن کے ذریعہ سے ملک کے عام غربا و فقرا تک ان کا حصہ پہنچ جاتا تھا، اور یہی مطلب ہے، اس مشہور فقرہ کا کہ "مال صوفی سبیل است"

غربت امارت کا یہ سنگم یعنی صوفیہ صافیہ کا یہ طبقہ جہاں امراء و غربا دونوں ایک حیثیت سے حاضر ہوتے تھے، اس غریب حاجت مند مسلمانوں کی کتنی حاجت روائیاں ہوتی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی عہد کا کوئی زمانہ اور ان دنوں ہندوستان کا شاید ہی کوئی صوبہ، کوئی علاقہ ایسا ہوگا، جہاں:۔

تو خذ من اغنیاء ھم وترد علی فقراء ھم

ان کے دولت مندوں سے لیا جائے اور ان کے ضرورت مندوں کو پہنچا دیا جائے

کے فرمان نبوی کی تعمیل میں ارباب صدق وصفا کا یہ طبقہ مشغول نہ تھا، خصوصاً جن بزرگوں کا کسی خاص وجہ سے امرا و ارباب ثروت پر اثر قائم ہو جاتا تھا، یا یوں کہئے کہ غربا کی قسمت جاگ اٹھتی تھی۔"

انسانیت کی پناہ گاہیں

ان صوفیائے کرام کی تعلیم وصحبت سے لوگوں میں انسانوں سے بلاتفریق مذہب وملت و بلاتخصیص نسل ونسب محبت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے درد اور دکھ کو

دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔ان کا اس ارشادِ نبوی پر ایمان بھی تھا اور عمل بھی کہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے، خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اس کے کنبہ کے سب سے زیادہ کام آنے والا ہے، وہ ساری دنیا کے غم خوار تھے،اور بجا طور پر کہہ سکتے تھے کہ

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ایک مرتبہ اپنا حال بیان کیا کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے،اور اپنا حال مجھ سے بیان کرتا ہے،اس سے دو چند فکر و تردد و غم و الم مجھے ہوتا ہے، ایک مرتبہ فرمایا ''قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت اور پوچھ گچھ نہ ہوگی جتنی دلداری اور دل خوش کرنے کی۔''

اس کا نتیجہ تھا کہ شکستہ دلوں کو ان خانقاہوں میں پناہ بھی ملتی تھی،اور دل کا مرہم بھی، ان مشائخ کی آغوش شفقت ان مشائخ کے لئے کھلی ہوئی تھی جن کو حکومت یا سوسائٹی یا خاندان نے اپنے دائرہ سے نکال دیا تھا، یا اقبال نے ان سے منہ موڑ لیا تھا، جن کو اعزہ و اقارب اور بعض اوقات اولاد تک جواب دے دیتی، وہ ان بزرگوں کے قدموں میں آ کر پڑ جاتے اور گھر کا سارا آرام اٹھاتے، ہر مذہب کا آدمی یہاں اپنے دل کی بے چینی اور دماغ کی الجھن دور کرتا،اور غذا اور دوا، محبت اور قدر سب کچھ پاتا،خواجہ نظام الدین اولیاء کو جب ان کے شیخ نے دہلی کی طرف رخصت کیا تو فرمایا کہ تم ایک سایہ دار درخت ہو گے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ستر برس تک دہلی اور دور دراز کے گوشوں سے آنے والوں نے اس درخت کی گھنی چھاؤں میں آرام کیا،ان صوفیاء کرام کی بدولت ہندوستان کے صدہا مقامات پر ایسے سایہ دار درخت موجود تھے،جن کی چھاؤں میں تھکے ہارے مسافر اور بھولے بھٹکے قافلے آرام پاتے تھے،اور نئی زندگی اور تازگی حاصل کرتے تھے۔

دیدارِ الٰہی

(پروفیسر احمد بن ولید عراقی)

اہلِ جنت کے لیے تمام نعمتوں سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ انہیں بغیر کسی رکاوٹ وحجاب کے اللہ ارحم الراحمین کا دیدار نصیب ہوگا (جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان کے لائق ہے)۔

انبیاء، صدیقین اور شہداء کے خصوصی اعزازات:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''میرے پاس جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا: ''جنت میں ایک وادی ہے جو سفید کستوری کو پھیلاتی ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مقام علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہوگا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) پھر اس کرسی کے گرد نور کے ممبر نصب ہوں گے اور انبیاء کرام تشریف لا کر ان پر بیٹھیں گے۔ پھر ان منبروں کو (سونے کی کرسیاں) گھیرے میں لیں گی جن پر جوہر کے تاج سجائے گئے ہوں گے۔ حضرات صدیقین اور شہداء تشریف لا کر ان کو زینت بخشیں گے۔ پھر بالا خانوں والے حضرات تشریف لائیں گے اور (کستوری کے) ٹیلوں پر تشریف رکھیں گے۔ اب ان کے سامنے (اللہ تعالیٰ) رونق افروز ہوگا اور ارشاد فرمائے گا: ''میں ہوں وہ ذات جس نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا فرمایا۔ یہ میری بزرگی کا مقام ہے تم مجھ سے مانگو۔'' چنانچہ (یہ تمام حضرات) اللہ تعالیٰ سے اتنا طلب کریں گے کہ ان کی رغبت اور شوق پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان حضرات کیلئے

انعامات کے ایسے دروازے کھولے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہو گا۔ ان کو یہ نعمتیں آئندہ کے جمعہ تک کے لئے عنایت ہوں گی۔"
(صفۃ الجنۃ حدیث نمبر 395)

عظمت صدیق اکبر:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: "اللہ تعالیٰ (میرے) تمام امتیوں کے لئے عام اور حضرت ابو بکر صدیق کے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔" (البعث والنشور، حدیث نمبر 493، کنز العمال)۔

نابینا کا انعام:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ترجمہ: "اے جبرائیل! اس بندہ کا کیا انعام ہے جس کی میں (دنیا میں) دونوں آنکھیں لے لوں؟" انہوں نے عرض کیا:
ترجمہ: "اے اللہ! تو پاک ہے ہم فرشتوں کو کوئی علم نہیں مگر فقط وہی جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ترجمہ: "اس کا انعام یہ ہے کہ وہ میری جنت میں داخل ہو گا اور میرے وجہ کریم کی زیارت کرے گا۔" (الاحادیث القدسیہ)

سب سے پہلے:

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:
"سب سے پہلے جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجہ کریم کی زیارت کرے گا وہ اندھا ہو گا۔"

چودھویں کے چاند کی طرح:

حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آمنہ کے لال، پیکرِ حسن و جمال، افقِ نبوت کے درخشاں ستاروں (صحابہ کرام) کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے اور چودھویں رات کا چاند افقِ عالم پر پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رشکِ ملائکہ، نفوسِ قدسیہ صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''جس طرح تم چودھویں رات کے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح تم جنت میں اپنے رب رحیم وکریم کی بھی زیارت کرو گے اور تمہیں اسے دیکھنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

لذت دیدار الٰہی:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جنتی حضرات اپنی اپنی نعمتوں میں مزے لے رہے ہوں گے کہ اچانک ان پر ایک نور چمکے گا اور وہ اپنے سر اٹھائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (اے جنت والو! السلام علیکم) اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا)۔''

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے رہیں گے جنت کی کسی بھی نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے پردہ میں چلا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا نور اور برکت (کا اثر) ان پر ان کے محلات میں باقی رہے گا۔''

صبح جلد بیدار ہونے والا:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جنت والے کافور کے ٹیلوں پر بیٹھ کر ہر جمعہ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ ان میں سب سے زیادہ قریب سے (زیارت کرنے) والا وہ شخص ہوگا جو جمعہ کے دن جلدی جائے گا اور صبح کو جلدی اٹھتا ہوگا۔''

صبح وشام زیارت الٰہی:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''سب سے کم درجہ کا جنتی وہ ہوگا جو اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خدمت گاروں اور تختوں کو ایک ہزار سال کی مسافت تک دیکھتا ہوگا۔ ان میں سے زیادہ مرتبہ کا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کی صبح شام زیارت کرے گا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ: ''اس دن بہت سے تروتازہ چہرے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

ادنیٰ جنتی اور اللہ تعالیٰ کی زیارت:

ترجمہ: ''ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جب وہ جنت کے دروازہ سے داخل ہوگا تو اس کے غلمان (خدام) اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے: ''ہمارے آقا کو خوش آمدید! آپ کو اجازت عطا ہوگئی تو آپ ہم سے ملاقات فرمائیں۔'' پھر اس کے لئے چالیس سال کے سفر کے برابر قالین بچھائے جائیں گے۔ پھر وہ اپنے دائیں بائیں دیکھے گا اور پوچھے گا: ''یہ سب کس کے لئے ہے؟'' تو کہا جائے گا: ''یہ سب آپ کے لئے ہے۔'' حتیٰ کہ یہ جب اپنی منزل تک پہنچے گا تو اس کے سامنے یاقوت احمر اور زبرجد اخضر کو پیش کیا جائے گا جس کے ستر حصے ہوں گے اور

ہر حصہ میں ستر بالا خانے ہوں گے اور ہر بالا خانہ کے ستر دروازے ہوں گے۔ کہا جائے گا: ''تلاوت کرتے جاؤ اور بالا خانوں میں چڑھتے جاؤ۔'' چنانچہ وہ چڑھے گا حتیٰ کہ اپنی سلطنت کے تخت پر براجمان ہوگا اور اس کی ٹیک لگائے گا۔ اس تخت کی لمبائی چوڑائی ایک ایک میل ہوگی پھر اس کے سامنے فوراً سونے کے برتن پیش ہوں گے، ان میں سے کوئی برتن اپنے دوسرے برتن کی طرح کا کھانا نہیں رکھتا ہوگا، ان میں سے اخیر والے کی لذت بھی اس کو ویسی ہی معلوم ہوگی جیسی پہلے والے کی معلوم ہوگی۔ پھر اس کے سامنے پینے کی مختلف چیزیں پیش کی جائیں گی اور ان سے اپنی حسب خواہش جتنا چاہے گا نوش کرے گا۔ پھر خدام کہیں گے کہ اس کو اس کی بیویوں کیلئے چھوڑ دو۔ چنانچہ خدام تو پہلے جائیں گے اور فوراً حوروں میں سے ایک حور اپنے تخت شاہی پر بیٹھی نظر آئے گی، اس پر ستر پوشاکیں ہوں گی، ہر پوشاک کا رنگ دوسری سے جدا ہوگا، جنتی اس کی پنڈلی کے گودا کو بھی گوشت ہڈی اور ملبوسات کے اندر سے ایک سال کے عرصہ تک (حسن ولذت اور نفاست کی وجہ سے) دیکھتا رہے گا۔ پھر اس حور کی طرف نظر کرے گا تو وہ کہے گی: ''میں ان حوروں میں سے ہوں جو آپ کیلئے تیار کی گئی ہیں۔'' پھر وہ جنتی اس حور کی طرف چالیس (سال) کے عرصہ تک دیکھتا رہے گا اور اس سے نظر نہیں ہٹائے گا پھر اپنی نگاہ دوسرے بالا خانہ کی طرف اٹھائے گا تو اس میں پہلی سے بھی زیادہ خوبصورت حور نظر آئے گی۔ وہ کہے گی ''آپ کے نزدیک ہمارے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم آپ سے کچھ نصیب پائیں؟'' تو وہ اس کے پاس چالیس سال تک اس حالت میں پہنچے گا کہ اس سے اپنی نگاہ کو نہیں پھیرتا ہوگا۔ پھر جب اس تک ہر طرح کی نعمتوں کی فراوانی ہوگی اور وہ جنتی سمجھیں گے کہ اب ان سے فضل نعمت کوئی نہیں رہی تو اس وقت رب تعالیٰ تجلی فرمائے گا اور وہ اللہ رحمٰن کے وجہ کریم کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے جنت کے مکینو! میرا کلمہ طیبہ پڑھو۔''

تو وہ رحمٰن عزوجل کو لا الہ الا اللہ کے ساتھ جواب دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے داؤد علیہ السلام! آپ میری ویسی ہی بزرگی بیان کریں جس طرح سے دنیا میں کیا کرتے تھے۔'' حضرت داؤد علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی بزرگی بیان فرمائیں گے۔''

دارالنعیم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: ''جب جنتی جنت میں سکونت اختیار کر لیں گے تو ان کے پاس ایک فرشتہ آکر کہے گا:'' اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگ اس کی زیارت کرو۔'' جب سب حضرات زیارت کے لئے جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم فرمائے گا کہ وہ بلند آواز سے تسبیح وتہلیل ادا کریں۔ پھر مائدۃ الخلد کو بچھایا جائے گا۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مائدۃ الخلد کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے زاویوں میں سے ایک زاویہ (کنارہ) مشرق ومغرب کے درمیانی حصہ سے بھی زیادہ وسیع ہوگا۔ یہ جنتی اس سے کھائیں گے پھر پئیں گے پھر لباس پہنیں گے پھر کہیں گے:'' اب کوئی بات باقی نہیں صرف اللہ عزوجل کے وجہ کریم کی زیارت ہی رہ گئی ہے۔''اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو جنتی سجدہ میں گر پڑیں گے مگر ان سے کہا جائے گا: ''تم عمل کرنے کی جگہ نہیں رہتے ہو بلکہ انعام واکرام کی جگہ میں رہ رہے ہو۔''

بے ہوشی سے محفوظ رہنے والے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔''

(القرآن المجید، سورۃ الزمر، آیت نمبر: 68)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

''یہ کون لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ جن کے ہوش قائم رکھنا چاہے گا؟'' انہوں نے عرض کیا:

''یہ شہدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں اٹھائے گا کہ انہوں نے اپنی تلواریں عرش خداوندی کے اردگرد لٹکائی ہوں گی۔ فرشتے ان سے میدان محشر میں جب ملیں گے تو یہ یاقوت کی عمدہ سواریوں پر سوار ہوں گے۔ ان کی باگیں سفید موتی کی ہوں گی، کجاوے سونے کے ہوں گے، لگاموں کی رسیاں باریک اور موٹے ریشم کی ہوں گی اور لگامیں ریشم سے زیادہ ملائم ہوں گی۔ ان کے قدم تاحد نظر پر پڑیں گے، یہ اپنے گھوڑوں پر جنت کی سیر کرتے ہوں گے۔ جب سیر تفریح لمبی ہو جائے گی تو کہیں گے: ''چلو ہمارے ساتھ پروردگار کی طرف ہم اس کو دیکھیں کہ وہ اپنی مخلوق کے درمیان کس طرح سے فیصلے کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کے لئے مسکرائے گا اور جب اللہ عزوجل کسی بندہ کی طرف کسی موقعہ پر دیکھ کر ہنس پڑے تو اس سے (قیامت کے دن اعمال کا) حساب وکتاب نہیں ہوگا۔'' (تفسیر درمنشور، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 336)

یاقوت احمر کے گھوڑے اور زیارت الٰہی:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے تو ان کے پاس یاقوت احمر کے گھوڑے پیش ہوں گے جن کے پر بھی ہوں گے جو نہ تولید کریں گے نہ پیشاب۔ یہ حضرات ان پر سوار ہوں گے اور یہ گھوڑے ان کو اٹھا کر اڑیں گے۔ اللہ جبار ان کے سامنے تجلی فرمائے گا

تو یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''اپنے سر اٹھا لو کیونکہ یہ عمل کرنے کا دن نہیں ہے یہ نعمتوں اور عزت و مرتبہ پانے کا دن ہے۔'' وہ جنتی اپنے سر اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان ٹیلوں پر ایسی ہوا چلائے گا کہ وہ ان جنتی حضرات کو معطر کر دے گی حتیٰ کہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹیں گے تو ان کے بال کھلے ہوئے اور مشک آلود ہوں گے۔'' (کتاب الشریعہ، صفحہ نمبر 267)

دعائے زیارت:

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے وفات کے بعد سکون کی زندگی کی دعا کرتا ہوں، تیرے وجہ کریم کی طرف نگاہ کرنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ملاقات کے شوق کی دعا کرتا ہوں بغیر کسی دکھ تکلیف کے اور بے راہ کرنے والے فتنہ کے۔''

تلاوت قرآن مجید:

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں:

''اعلیٰ درجہ کے جنتی جنت میں روزانہ دو مرتبہ اللہ جبار کے حضور زیارت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو قرآن پاک پڑھ کر سنائے گا۔ قرآن سننے والوں سے ہر جنتی اپنی اس مجلس پر رونق افروز ہوگا جہاں وہ بیٹھا کرتا ہوگا۔ گوہر، یاقوت، زبرجد، سونے اور زمرد کے منبروں پر اپنے اپنے اعمال کے درجات کے مطابق بیٹھیں گے، اس قرأت سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، اس سے بڑھ کر کوئی عظمت والی اور حسین چیز نہیں سنیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر اپنی مسرور آنکھوں کے ساتھ ایسی ہی کل تک کے لئے واپس لوٹ آیا کریں گے۔''

جنتیوں کی محبوب ترین چیز:

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیتِ کریمہ:

"لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"

(القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 10 (یونس)، آیت نمبر 26)

ترجمہ: "بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

کی تفسیر میں فرمایا:

"جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ "کچھ اور بھی چاہتے ہو؟"

اہلِ جنت عرض کریں گے:

"اے پروردگار! کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہ کیے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل کر کے سرخرو نہ فرمایا؟ کیا تو نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں دوزخ سے نجات نہ دی؟ (یعنی تو نے یہ سب کچھ ہمیں عطا فرمایا اب اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کرنے کا شرف عطا فرمائے گا اور جنتیوں کو دیدارِ الٰہی جنت کی ہر نعمت سے زیادہ محبوب ہوگا۔" (صحیح مسلم)

فرشتے اور دیدارِ الٰہی:

حضرت عدی بن ارطاط رحمتہ اللہ علیہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے کندھے کے گوشت خوف کے مارے کانپتے ہیں۔ ان میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں کہ اس کی آنکھوں سے کوئی آنسو نکلے مگر

(فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے)وہ حالت قیام میں تسبیح پڑھنے والے کسی نہ کسی فرشتے پر جا گرتا ہے۔کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا ہے تب سے سجدہ میں ہیں، انہوں نے کبھی سرنہیں اٹھایا اور نہ قیامت تک سر اٹھائیں گے۔ کچھ فرشتے صف بستہ ہیں جو اپنی صفوں سے کبھی نہیں ہٹے اور نہ قیامت تک ہٹیں گے۔جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اورعرض کریں گے:''اے اللہ !تیری ذات پاک ہے جس طرح سے لائق تھا ہم نے اس طرح سے تیری عبادت نہیں کی۔''(کنزالعمال،حدیث نمبر 29836)

زیارت سے محروم:

حضرت یزید بن مالک دمشقیؒ فرماتے ہیں:

''کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو مگر وہ قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا۔وہاں وہ عالم زیارت نہیں کر سکے گا جو ظلم کا حکم کرتا ہو کیونکہ اس کیلئے حلال نہیں ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کر سکے بلکہ وہ اندھا ہوگا۔''

جنت سے بھی افضل:

اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنے وجہ کریم کی زیارت اپنے فضل کے طور پر عطا فرمائے گا۔ اس کو کسی عمل کے ثواب کا بدلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ''

یہاں'' **''زِيَادَةٌ ''** '' سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔اس دیدار کو''زیادۃ'' اس لئے کہا کیونکہ یہ''زیادہ''بہت عظیم ہے۔اعمال میں سے کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ یہ جنت سے بھی افضل ہے۔''

جنتیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی گفتگو:

حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1- جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر کے حصہ سے پوشاکیں نکلیں گی اور نچلے حصہ سے یاقوت اور جوہر کی زین اور لگام سمیت سونے کا گھوڑا نکلے گا۔ یہ نہ تو لید کرے گا اور نہ پیشاب، اس کے کئی پر ہوں گے، اس کا قدم تا حد نگاہ پر پڑے گا، جنتی اس پر سوار ہوں گے اور جہاں چاہیں گے یہ ان کو لے کر اڑے گا۔ وہ جنتی جوان سے نچلے درجہ میں ہو گا وہ کہے: ''اے رب! کس عمل نے تیرے ان بندوں کو اس شان وشوکت تک پہنچایا ہے؟'' ان سے کہا جائے گا: ''یہ لوگ رات کو نماز پڑھتے تھے جب تم سو رہے ہوتے تھے، یہ لوگ روزہ میں ہوتے تھے جب کہ تم کھا رہے ہوتے تھے یہ لوگ صدقہ خیرات کرتے تھے جب کہ تم بخل کرتے تھے اور یہ لوگ جہاد کرتے تھے جبکہ تم بزدلی دکھاتے تھے۔''

2- زیارت کے ساتھ ہی اللہ رحمان و رحیم انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ بھی عطا فرمائے گا تو اس بات پر اہلِ جنت کی خوشیوں کی انتہا نہ ہو گی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''اللہ رحمٰن و رحیم اہلِ جنت کو مخاطب کر کے فرمائے گا! ''اے جنت والو!'' وہ عرض کریں گے۔

لبیک اے مولا! یقیناً ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی پاس ہے۔

وہ لمحات کتنے حسین ہوں گے جب ہم محبوبِ کبریا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیادت میں لواءِ حمد کے زیرِ سایہ جنت کے دروازوں میں داخل ہو رہے ہوں گے جنت کے منتظمین فرشتے ہمارا استقبال کرتے ہوئے خوش آمدید کہیں گے اور سلامی دیں گے۔

وہ مناظر کیسے دل نشین ہو نگے۔ جب خوبصورت رنگوں اور دل آویز خوشبوؤں،

پھولوں اور کلیوں سے بھرپور یاقوت و مرجان کی پہاڑیوں کے دامن میں آبِ حیات، دودھ، شہد اور شرابِ طہور کی بل کھاتی نہریں بہہ رہی اور آبشاریں گر رہی ہوں گی۔

وہ وقت کتنا سہانہ ہوگا جب ہم گھنے اور سرسبز و شاداب پھلوں سے لدے ہوئے باغوں کے زیرِ سایہ سونے چاندی کے محلات میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ حوریں ہماری ناز برداریاں کر رہی ہوں گی۔ موتیوں کی طرح حسین غلمانِ جنت باادب ہو کر ٹھنڈے و شیریں جامِ طہور پیش کر رہے ہوں گے اور انہیں نوش کرتے ہوئے ہماری زبانوں سے ماشاءاللہ! سبحان اللہ! اور الحمد اللہ کے پاکیزہ کلمات جاری ہوں گے۔

اس کے علاوہ جب مالک ارض و سماء اپنی زیارت کرائے گا اور اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمائے گا تو پھر کیا سہانا عالم ہوگا۔؟

دعائے مغفرت

لاہور سے بزرگ بھائی میاں انور (عصمت انجینئرنگ والے)

گوجرانوالہ سے بزرگ بھائی حاجی بشیر بٹ

ملتان سے حافظ عبدالکریم صاحب کی ہمشیرہ

ملتان سے محمد منیر بھائی کے والد

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
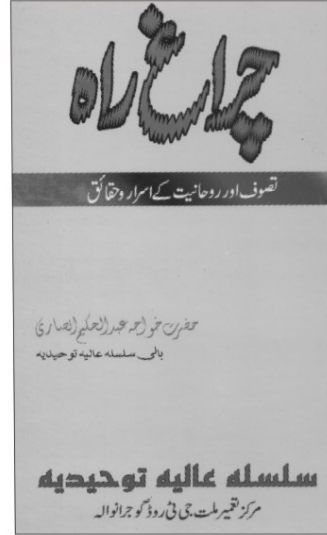
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
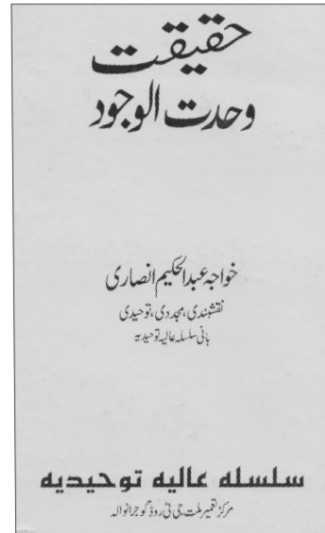
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے دوران ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امتِ مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
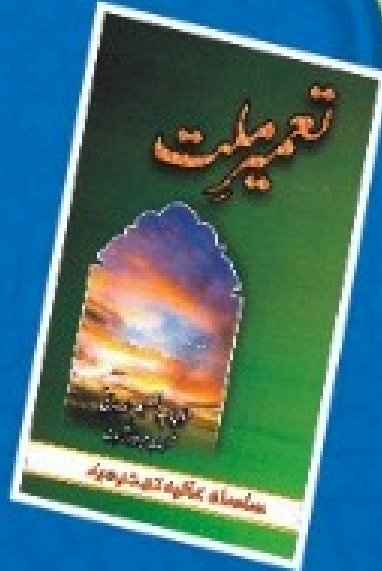
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01